امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

امت مسلمہ کو مبارک باد

ماہنامہ شریعت

جلد 6 شعبان المعظم 1438ھ بمطابق جون 2017ء شمارہ 4

عید الفطر کی مناسبت سے

عالیقدر امیر المومنین شیخ الحدیث

ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام

غصب کا آخری سال

قندھار میں فتوحات کا تسلسل

ٹرمپ کو نیٹو اور یورپ سے کیا ملا؟

عالمی امن اور یہودی منصوبے

ریاستی نظام میں ترکی کا مستقبل

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحن نتذاكر المسيح الدجال فقال: (ألا أخبركم بما هو أخوف عليكم عندي من المسيح الدجال؟ فقلنا: بلى يا رسول الله! قال: الشرك الخفي، أن يقوم الرجل فيصلي فيزين صلاته لما يرى من نظر الرجل إليه). رواه أحمد وابن ماجه.

ترجمہ: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرہ مبارک سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا کچھ تذکرہ کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ ہم نے عرض کیا حضور! ضرور بتلائیں وہ کیا چیز ہے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ شرک خفی ہے۔ (جس کی ایک مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو پھر اپنی نماز کو مزین کرتا ہے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔ (احمد و ابن ماجہ)

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

ہمارا واضح پیغام یہ ہے کہ ہم اقتدار کا انحصار نہیں چاہتے۔ افغانوں کے تمام اقوام اور برادریوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے، بلکہ اسلامی نظام کی ارتقاء، آزادی اور طاقت افغانوں کے اتحاد و اتفاق سے وابستہ ہے۔ اسلام ہمیں اخوت، امانتداری اور اہل افراد کو ذمہ داری سونپنے کا حکم دیتا ہے۔ ہر شہری کو یہ حق حاصل ہے کہ زندگی کے تمام حقوق اور امتیازات سے فائدہ اٹھائیں اور اُن کی سیاسی اور سماجی حیثیت کو اہلیت اور تقوی کے بنیاد پر منتخب کیا جائے۔ آیئے مشترکہ طور پر جارحیت کے خاتمے، ملک کی خودمختاری اور آبادی کے لیے کمربستہ ہو جائے۔

دنیا میں مسلمانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہماری خودمختاری میں اپنے مجاہد بھائیوں کی حمایت کریں۔ ہر ممکن حصے میں ان کا ہاتھ بٹائے، انہیں دعاؤں میں یاد رکھیں اور رواں جہاد میں ان کے حمایت کو جاری رکھے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶/ شعبان ۱۴۳۸ جون ۲۰۱۷/ شمارہ ۴

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زرتعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

امت مسلمہ کو مبارک باد ۲
عالی قدر امیر المؤمنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام ۳
امریکا کے تازہ ترین اعترافات، کٹھ پتلیوں کی حقیقت کیا رہ گئی؟ ۶
قاری عبداللہ معراج شہید تقبلہ اللہ حیات اور کارناموں پر ایک نظر ۸
امریکہ افغانستان میں کچھ کرے ۹
ملکی عوام کا قتل امریکی پالیسی ہے ۱۲
ٹرمپ کو نیٹو اور یورپ سے کیا ملا؟ ۱۳
افغانستان کے جیلوں میں طالبان قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ ۱۵
افغانستان کے لیے مزید چار ہزار افواج بھیجنے کا احمقانہ فیصلہ ۱۶
جہاد اور جدید ذہن ۱۷
ریاستی نظام میں ترکی کا مستقبل ۱۸
جہاد اور عالمی جنگیں۔۔۔۔۔۔ایک تقابلی جائزہ ۲۳
افغانستان سے متعلق غاصبین کا متزلزل موقف ۲۴
جگنڑ الو ٹرمپ کی جنگی پالیسی ۲۵
سعودی عرب کو امریکا کا بیچا ہوا اسلحہ ۲۷
چار طرفہ کنفیوژن ۲۹
امریکی افواج قومی ماتم کے دن بھی ملکی فورسز کو قتل کرتے رہے ۳۰
طالبان کی معیت میں گزرے میری زندگی کے تین بہترین ایام ۳۱
کابل انتظامیہ امریکی مفادات کی خاطر عوام کو آگ میں جھونک رہی ہے! ۳۲
عالمی امن اور یہودی منصوبے ۳۳
شیعہ سنی فسادات بھڑکانے کی مذموم کوشش ۳۴
غصب کا آخری سال ۳۵
قندہار میں فتوحات کا تسلسل ۳۶
کابل دھماکہ کے پس پردہ عوامل ۳۸
کابل کے تحفظ کی ذمہ داری کس کی ہے؟ ۴۰
جنگی جرائم اپریل ۲۰۱۷ ۴۲
جدول ماہ جمادی الثانیہ ۴۴

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.shahamat-urdu-com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

امت مسلمہ کو مبارک باد

امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس نے گزشتہ دنوں کانگریس کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: امریکہ موجودہ حکمت کے ساتھ افغانستان میں جاری جنگ نہیں جیت سکتا۔

ہمارے ہاں پشتو میں ایک محاورہ بولا جاتا ہے کہ "که دشمن دے گیدڑ هم وی خو ته ورته دزمری په نظر گوره" یعنی اگرچہ تیرا دشمن گیدڑ کی طرح ڈرپوک کیوں نہ ہو لیکن تم نے اسے شیر ہی سمجھنا ہے اور اسی طرح کی تیاری کرنی ہے۔ سچی بات ہے کہ بزرگوں کا یہ قول آب زر سے لکھنے کا قابل ہے۔ تیاری کے بغیر دشمن کے مقابل میدان جنگ میں اترنا واقعی حماقت ہی ہے۔ دشمن کی طاقت کا اندازہ لگا کر مقابلے کی تیاری کرنا شکست سے بچاتا ہے اور دشمن کی طاقت سے زیادہ تیاری کرنا دشمن پر غلبہ اور کامیابی دلاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مادی دنیا میں امریکہ دنیا کے تمام ممالک میں سے ایک بڑی مادی قوت اور دیگر ممالک کے مقابلے میں زیادہ طویل جنگی تاریخ کا حامل ملک ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ہر جگہ شکست وریخت سے دوچار ہے۔ کیوں؟ دیگر وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیشہ اپنے دشمن کو حقیر اور کم تر سمجھا ہے۔ اور جنگ سے قبل کبھی سوچتا ہی نہیں کہ وسائل اور قوت کے لحاظ سے ہم سے کم تر دشمن ہمیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے یہ ہر جگہ اپنی طاقت اور وسائل کے نشے میں چور ہو کر حملہ آور ہوا اور پھر ہوش میں تب آیا ہے جب شکست وفرار کے سارے دروازے ان کے لیے کھلے اور کامیابی وکامرانی کے سارے خواب چکنا چور ہو چکے ہوتے ہیں۔

افغانستان جسے دنیا میں بیرونی غاصبین کا قبرستان کہا جاتا ہے، یہی وہ جگہ ہے جہاں سکندر رومی، گورگین، چنگیز خان، برطانوی سامراج اور روس جیسی سپر طاقت ذلت آمیز شکست کا شکار ہو چکے ہیں، پر حملے کے وقت امریکیوں کے سروں پر طاقت اور غرور کا اتنا نشہ سوار تھا کہ سرزمین افغانستان کی پوری تاریخ ان کے دماغ سے نکل چکی تھی اور یہاں کے شیر دل جوان انہیں چیونٹیوں سے بھی کم دکھنے لگے تھے ،ان کے خواب وخیال میں یہ بات تھی ہی نہیں کہ یہاں کوئی ایسا شخص بھی ہو گا جو امریکی فوجی پر فائرنگ کر سکے گا۔

حملے کے وقت امریکی رہنماوں کی باتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ افغانستان میں شکست یا کسی کی جانب سے انہیں نقصان پہنچنے کا تو امریکی ذہنوں میں خیال تک بھی نہیں تھا۔ ان کے دماغ میں بس یہی ایک بات رچ بس گئی تھی کہ ہمارا افغانستان میں جانا ہی افغانستان پر قبضہ کرلینا ہے۔ مجاہدین پہلے سے سرینڈر ہو چکے ہیں، انہوں نے غاروں، جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی ہو گی لیکن کہیں بھی بچ کر نہیں جا سکیں گے۔ عنقریب ہم ان سب کو قتل یا زندہ گرفتار کرلیں گے۔

روس جو افغان کلچر سے خوب واقف تھا، افغانستان کے ساتھ طویل مشترک بارڈر کا حامل تھا، سخت جان، جنگجو اور بلا تنخواہ فوج کے ساتھ ساتھ اپنے کمونیسٹ غلاموں کے ذریعے یہاں کے نظام پر بھی قابض تھا لیکن اس سب کے باوجود وہ یہاں شکست سے دوچار ہو کر ٹکڑوں میں بٹ گیا اور آج تک اپنے زخم چاٹ رہا ہے۔ امریکہ نے روس کی یہ حالت اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی یہ سب کچھ بھلا دیا ۔اور باوجود اس کے کہ امریکہ اور افغانستان کے بیچ فاصلہ بہت زیادہ تھا، امریکی افغان کلچر اور ثقافت سے بھی بے خبر تھے، فوج تنخواہ خور اور سہولت پسند تھی، افغانستان میں ان کا کوئی حامی بھی نہیں تھا، بس ڈالروں کے عوض بدنام زمانہ شمالی اتحاد کے چند کمانڈرز کو خریدا، امریکہ اور یورپ میں مقیم چند سو ایسے افراد جو کئی برسوں سے افغانستان سے باہر تھے اور یہاں کے حالات وواقعات کا انہیں علم نہیں تھا گویا کہ صرف نام کے افغانی تھے، کو طیاروں میں بٹھا کر افغانستان لایا اور یقین کر بیٹھا کہ بس ان کو استعمال کر کے یہاں ایک کٹھ پتلی نظام وضع کرلیا جائے گا جو ہمیشہ امریکی مفادات کے لیے کام کرتا رہے گا اور بس۔ یہ تھے ان کے عسکری ماہرین اور پلانرز؟ لعنت ایسے ماہرین اور پلانرز پر جو دوسروں کے ساتھ ساتھ خود کو بھی تباہ وبرباد کر بیٹھتے ہیں۔

پھر جب امریکی حملے کے بعد ایک سال کے اندر اندر مجاہدین نے تیاری کرلی اور ایک منظم طریقے سے بیرونی غاصبین کے مقابلے کے لیے میدان میں کود پڑے تب بھی امریکہ نے اسے سنجیدگی سے نہیں لیا بلکہ کہتا تھا کہ یہ گنتی کے چند شر پسند افراد ہیں جن کا جلد قلع قمع کیا جائے گا۔ لیکن آہستہ آہستہ جب مجاہدین کے حملے مختلف شہروں میں قائم امریکی مراکز تک پہنچنے لگے، مجاہدین کی صفوں میں مزید مضبوطی اور تنظیم آگئی، بیرونی غاصبوں کو بڑے بڑے جانی ومالی نقصانات کا سامنا ہوا، تب امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے تسلیم کرلیا کہ واقعی طالبان منظم ہو کر میدان میں آئے ہیں اور ایک طویل جنگ کا عزم رکھتے ہیں۔

اگر امریکہ میں زمینی حقائق کو حقائق کی نگاہ سے دیکھنے کا حوصلہ ہوتا تو اسے یہ بات تسلیم کرلینی چاہیے تھی کہ ہمارے مقابلے میں نکلنے والے گنتی کے چند افراد نہیں بلکہ بیرونی غاصبین کے خلاف تمام افغانوں کی ملی تحریک ہے اور افغان قوم جب بھی متحد ہو کر کسی غاصب کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہے تو اسے ذلت آمیز شکست سے دوچار کر کے ہی چھوڑا ہے۔ تب اگر امریکہ نے اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہوتا اور افغانستان سے نکلنے کے لیے معقول اقدامات کرلیے ہوتے تو آج نہ تو ان کے کھربوں ڈالر ضائع ہوتے، نہ ہزاروں فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے اور نہ ہی انہیں دنیا بھر میں اتنی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑتا۔ آج حالت یہ ہے کہ افغانستان میں امریکی فوج کا کمانڈر جنرل نکولسن امریکی حکومت سے مزید افرادی قوت اور وسائل کا مطالبہ کر رہا ہے اور دہائی دے رہا ہے کہ موجودہ وسائل اور افرادی قوت کے ساتھ طالبان کا مقابلہ جاری رکھنا ہمارے بس کی بات نہیں لیکن ٹرمپ انتظامیہ اس بارے میں فیصلہ کرنے سے تاحال قاصر ہے۔ گزشتہ ماہ بیلجیم کے دارالخلافہ بروکسل میں ہونے والے نیٹو کے اجلاس میں امریکی صدر ٹرمپ نے نیٹو میں شامل تمام ممالک سے مطالبہ کیا کہ ہر ملک مزید فوجی افغانستان بھیجے لیکن ایک بھی ملک نے مثبت جواب نہیں دیا اور ٹرمپ انتہائی ناامیدی کی حالت میں واپس لوٹا۔ ناامیدی کے انہی لمحات میں امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس نے 13 جون کو ہونے والے امریکی کانگریس کے اجلاس میں کہا کہ ہم موجودہ حکمت عملی کے ساتھ افغانستان میں جاری جنگ نہیں جیت سکتے۔

گزشتہ 16 برسوں سے تمام ترعینی حقائق امریکیوں کے شکست پر دلالت کرتے آرہے ہیں لیکن ایک مغرور غاصب کے طور پر امریکی اس بات پر آمادہ نہیں تھے کہ وسائل کے لحاظ سے اپنے سے کئی درجہ کمزور افغانوں کے ہاتھوں اپنی شکست تسلیم کرلیں اور ایسا واضح اعتراف کریں جیسا کہ وزیر دفاع جیمز میٹس نے کیا۔

پنٹاگون کی جانب سے افغان قوم کے ہاتھوں شکست کا یہ واضح اور بڑا اعتراف پوری مسلم ملت کو مبارک ہو۔ پوری مسلمان ملت مطمئن رہے کہ بیرونی غاصبوں میں مزید افغانستان میں رہنے کی سکت نہیں رہی ،بہت جلد یہ لوگ ذلت ورسوائی کے عالم میں افغانستان سے نکلنے کا اعلان کریں گے۔ جس سے تمام مسلمانوں کے دل ٹھنڈے ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عید الفطر کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین
شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظہ اللہ کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

إن الحمد لله! نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا. من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له. وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله أما بعد:

قال الله تعالى: "أُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُ" (۳۹) الحج

افغان مؤمن عوام اور مسلم امہ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے آپ حضرات کو دل کی گہرائیوں سے عید الفطر کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالی رمضان المبارک میں آپ کی عبادات، صیام، قیام اللیل، صدقات اور تمام نیک اعمال کو اپنے دربار میں قبول ومنظور فرمائیں۔

افغان مجاہد ملت!

ہم رواں سال عید ایسی حالت میں منارہے ہیں کہ وطن عزیز پر غاصبوں کا قبضہ ہے، جس سے مکمل آزادی اور اسلامی نظام کے قیام کی خاطر عوام کے غیور فرزندان توحید مجاہدین میدان جہاد میں موجود ہیں۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ جنگ کا آغاز غاصبوں کی جانب سے ہوا ہے۔ وہ دنیا کے دور افتادہ علاقوں سے افغانستان پر قبضہ جمانے اور اسلامی نظام کے خاتمے کی نیت سے آئے ہیں۔ امارت اسلامیہ شعائر اسلام، اپنے عوام اور ملک کے دفاع کی خاطر دفاعی جنگ کے نکتہ نظر سے مقدس جہاد جاری رکھے ہوئے ہے۔ لہذا مذکورہ جنگ کو ختم یا طول دینا بیرونی غاصبوں پر منحصر ہے، جنہوں نے امن و سلامتی کے بہانے افغانستان پر حملہ کیاہ ہے۔ اب بدامنی کی وجہ سے تمام خطہ بے چین ہے۔ استعمار یہاں اپنی افواج کے قیام اور اضافے پر جتنا اصرار کرتا ہے، اتنا ہی علاقائی حساسیت بڑھے گی۔ جس کے نتیجے میں افغانستان سمیت تمام خطہ مزید غیر مستحکم ہوگا۔

امریکا کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ افغانستان میں جنگ کا دوام، بمباری میں اضافہ، نہتے افغانوں کا قتل عام، ان کی سرزمین میں اپنے سیاسی حریفوں کو ڈرانا اور جدید اسلحہ آزمانے کی غرض سے بموں کی ماں کا استعمال کرنا، جہادی مزاحمت کو بدنام اور کمزور کرنے کی خاطر ان کے خلاف مختلف ناموں سے مسلح گروہوں کا سامنے لانا، ان کی فنڈنگ اور تشہیر کرنا، افغانوں کے درمیان قومی، علاقائی اور لسانی نفرتوں کو ابھارنا جیسے فتنوں کو بھڑکانے سے کبھی بھی وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ افغان وہ قوم نہیں ہے، جو کسی قوت کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔ ہماری تاریخ سے غافل مت ہو جاؤ۔ آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ کے گزشتہ 16 برس فالتو اور بے مقصد جنگ میں گزر گئے ہیں۔ بے فائدہ اخراجات کیے اور اپنی سیاسی وفوجی حیثیت بھی خراب کرڈالی ہے۔ کثیر تعداد میں فوجی ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ افغانوں کو شہید اور معذور کیا گیا۔ گھروں اور دیگر بنیادی ڈھانچوں کو تباہ کرکے افغانستان کو کھنڈرات میں تبدیل کردیا ہے۔

اگر آپ یہ سوچتے ہیں کہ اپنی فوجی موجودگی اور تعداد میں اضافے سے ہمارے حوصلوں کو شکست دے دیں گے تو یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ مسئلے کا یہ حل نہیں ہے کہ کابل نااہل انتظامیہ کے مطالبے پر جارحیت کو جاری رکھی جائے، بلکہ ہوشیاری یہ ہے کہ حقائق سمجھ کر اپنی جنگی پالیسی تبدیل کی جائے۔ افغانستان کی قسمت اور یہاں کے تمام مسائل افغانوں سے وابستہ ہیں۔ افغان غیور عوام کسی کے

دباؤ کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے ملک کے معاملات میں کسی کی خواہشات کو مانتے ہیں۔ انہیں اپنے ملک کا استقلال اور اسلامی نظام اپنی جان سے بھی عزیز تر ہے۔ افغان سرزمین میں ڈیڑھ عشرے تک اپنی موجودگی سے آپ نے عبرت حاصل کی ہوگی۔لہذا یہ بات اچھی ہے کہ جارحیت کو مزید طول دینے کی غلطی کو ختم کر دیں۔ جب بھی افغانستان سے آپ کا ناجائز قبضہ ختم ہو جائے گا، تب امارت اسلامیہ کی طرف سے امریکا سمیت تمام پڑوسیوں اور عالمی برادری کے ساتھ اچھے تعلقات اور معاملات اصول کے دائرے میں نبھانا امارت اسلامیہ کی جامع پالیسی ہے۔ یہاں امارت اسلامیہ کی پالیسی کی یاد آوری ضروری سمجھتا ہوں۔ امارت اسلامیہ کسی کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی چاہتی ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت دیتی ہے۔ اسی طرح کسی کو بھی اجازت نہیں دی جائے گی کہ افغان سرزمین کو کسی کے خلاف استعمال کر سکے۔

مسلمان مجاہد ملت!

غاصبوں کے خلاف جہاد ایک الٰہی فریضہ ہے، جو کسی کے ذاتی مفادات سے وابستہ ہے اور نہ ہی اس میں کسی کی ذاتی رائے سے تبدیلی آتی ہے۔ شرعی احکام اور اسلامی تاریخ میں جہاد کوئی ایسا نامعلوم باب نہیں ہے، جسے ہر شخص ذاتی اجتہاد سے کرنے اور اسے منع کرنے کا حکم صادر کر سکے۔ اسلامی تاریخ میں مقدس جہاد کا ثمرہ کافروں کے زیر کمان اور تسلط سے حاصل ہوا ہے اور نہ کبھی نااہل حکمرانوں نے اللہ تعالی کا دین نافذ کیا ہے۔ اسی طرح نہ ہی استعماری فضائی قوت کے زیر سایہ اسلامی نظام کا قیام ممکن ہے۔

ہماری ملت پر امریکا نے ان تمام افراد کو مسلط کیا ہے، جو اپنے دین اور عوامی مفادات کے وفادار نہیں ہیں۔ وہ صرف امریکی مفادات کے نگہبان اور محافظ ہیں۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ غیروں کی نوکری کرنے والوں نے امریکی حکم کی وجہ سے اس لیے بھی آمادگی ظاہر کی کہ افغانستان کو اپنے پڑوسیوں اور خطے کے خلاف حالت جنگ میں لا کھڑا کریں۔ اسے صرف امریکی مفادات کے لیے قربان کریں۔ اگر موجودہ حالت جاری رہی تو وہ اس کے لیے بھی کمربستہ ہیں کہ متحد ملت کے درمیان قومی، علاقائی اور لسانی تعصبات کو ابھار کر ایک بار پھر نوے کی دہائی کی طرح باہمی جنگوں کا آغاز کر کے تاریخی ملک کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ کابل کے موجودہ حالات غیروں کی نوکری کرنے والوں کی بری کوششوں کی زندہ مثال ہیں۔

امارت اسلامیہ ملک کی شرعی اور قومی مصلحتوں کے دفاع و قیام کے لیے افغانستان میں موجود برادر اقوام کے درمیان قومی، علاقائی، لسانی، مذہبی اور تنظیم کے نام سے ہر قسم کی تخریبی سرگرمیوں کی پرزور مذمت کرتی ہے۔ اسے افغانستان میں شکست خوردہ دشمن کے منصوبہ ساز سازشوں کی ایک تخریبی کوشش کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ امارت بھرپور قوت سے اس کا سدباب کرتی ہے۔

افغان مجاہد عوام!

بیرونی جارحیت کے خلاف افغان عوام کا جائز دفاعی جہاد اللہ تعالی کی نصرت، آپ کی حمایت، مجاہدین کے ناقابل فراموش اخلاص و فداکاری، امارت اسلامیہ کی کامیاب ڈپلومیسی اور نظم وضبط سے روز بروز قوت پکڑ رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام مخالف قوتیں بھی اس کے جواز اور کامیابی کا اعتراف کر رہی ہیں۔ اس عمل نے جارح دشمن کو شدید اضطراب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ وہ اسی لیے امارت اسلامیہ کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے مجاہدین کی کامیابیوں کو غیروں کی جانب منسوب کر رہا ہے، مگر ہم اس بارے میں عالمی برادری اور اپنے عوام کو تسلی دیتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کبھی بھی ایک غاصب کو مار بھگانے کی خاطر کسی غیر کو افغانستان میں مداخلت کی اجازت نہیں دیتی۔ افغان عوام کی ملی حمایت تمام غاصبوں کے مقابلے میں ہماری کامیابی کا اصل سبب ہے۔

امارت اسلامیہ ہر اس پہلو پر عوام کی شکر گزار ہے، جس میں عوام نے امریکی جارحیت کے خلاف امارت اسلامیہ کے ساتھ تعاون کیا ہے۔ جب کہ عوام امارت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنا عالمی اثر ورسوخ استعمال کر کے امریکا کو افغانستان کا قبضہ ختم کرنے پر مجبور کیا جائے۔

امریکا کو چاہیے حقائق کا ادراک کر کے جہادی مزاحمت کا مقابلہ کرنے کے بجائے افغان مجاہد عوام کے قانونی مطالبات کو تسلیم کرے اور سفارت کاری کے ذریعے اپنے مسئلے کو حل کیا جائے۔ صلح کے سامنے سب سے بڑی رکاوٹ جارحیت ہے۔ جارحیت کے ختم ہونے سے پرامن طریقے سے افغان مسئلے کا حل امارت اسلامیہ کی پالیسی کا اہم جزو ہ'اسی وجہ سے سیاسی دفتر کو پرامن حل تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

اسلامی نظام کے زیر سایہ صلح، حقیقی امن وامان اور اہل وطن کا سکون ہمارے بنیادی مقاصد ہیں۔ ہم پرعزم طور پر اپنے عوام کی معاشی، تعلیمی اور ہمہ پہلو تعمیراتی

ترقی کے پابند ہیں۔ امارت اسلامیہ تعمیر نو کے منصوبوں کا خیر مقدم کرتی ہے۔ اپنے مقررہ اصولوں کی روشنی میں اس مد میں ہر قسم کی سرگرمیوں کی حمایت اور ان کے تحفظ کو اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے۔ مجاہدین اپنے اپنے علاقوں میں دینی وعصری علوم اور عوامی مطالبات کے مطابق تعمیر نو اور دیگر امور میں راہ ہموار کرنے کا سلسلہ جاری رکھیں۔

عالمی برادری کو پیغام!

دنیا بھر سمیت خصوصا مشرق وسطی میں مظلوموں کو ظلم سے محفوظ کرنے کوشش کی جائے۔ نہتے اور بے یار ومددگار اقوام کو امریکی واسرائیلی مظالم کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے۔ اسی طرح مملکت قطر اور دیگر عربی ممالک کے درمیان حالیہ تنازعہ پر ہم شدید اداس ہیں۔ برادر ممالک سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ہر قسم کے باہمی تنازعات کو افہام وتفہیم کے ذریعے حل کیا جائے، تاکہ وہ ممالک اور اقوام اجنبی مداخلت کے نقصانات سے محفوظ رہ سکیں۔

جہاد اور فداکاری کے میدان میں مصروف مجاہد بھائیو!

آپ کو اس پر خوشی ہوتے ہوئے شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس کٹھن دور میں اپنے دین اور عوام کی حفاظت کے لیے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ اپنے دین اور مسلمانوں کے دفاع کی راہ میں جہاد وہ افضل عمل ہے، جسے رسول اللہ ﷺ نے "ذروۃ سنام الاسلام" فرمایا ہے۔ یعنی اسلام کی سب سے بلند چوٹی! جاری جہاد سے متعلق دشمن کے پروپیگنڈوں، تعبیروں اور باتوں کو نظرانداز کردیں۔ اس عمل کے بارے میں صرف کتاب اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کو کافی سمجھیں۔ اس جانب بھی متوجہ ہونا چاہیے کہ جہاد جتنا افضل عمل ہے، اتنا ہی اس سے وابستہ خطرات بھی بھاری ہیں۔ خدانخواستہ اگر جہاد میں زیادتی سرزد ہوجائے، بے گناہ انسانوں کو تکلیف پہنچ جائے، عوام کے جان ومال اور عزت کو نقصان پہنچ جائے تو اس سے بے قدری اور عوامی نفرت میں اضافہ ہوگا۔ دنیا وآخرت میں مجرم سمجھے جاؤگے۔ اپنے سلوک اور کردار پر توجہ دیں۔ اپنے ساتھیوں کو بھی ناجائز اعمال سے روکیں۔

جہادی کارروائیوں کے منصوبے اور عمل کے دوران شہری نقصانات کے معاملے کو سختی سے مدنظر رکھیں۔ جن حملوں میں شہریوں کے جان ومال کو نقصان پہنچتا ہو، ہمیں کسی طور پر منظور نہیں ہیں۔ ان سے گریز کیا جائے۔ کیوں کہ عوام کے جان ومال کو نقصان پہنچانا شرعی اصول اور امارت اسلامیہ کی پالیسی کے خلاف عمل ہے۔ جہاد کی راہ میں اپنے حوصلے بلند رکھا کریں۔ اللہ تعالی کی نصرت، آپ کی مضبوط تدبیریں، عزم اور قربانی نے استعمار اور اس کی کٹھ پتلیوں کو گھبراہٹ سے دوچار کررکھا ہے۔ دشمن کی سازشوں کو ناکام بنادیں۔ آپ کے خلاف پروپیگنڈے کی لہر بے اثر ہے۔ موجودہ حالت اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ ہر مجاہد اپنی نیت اور عمل کی درستی کی جانب مزید متوجہ رہے۔ اپنی صف کو متحد رکھیں۔ اپنے قائدین اور ذمہ داران کی اطاعت میں پختگی اختیار کریں۔ ہر لحظہ اللہ تعالی کو حاضر ناظر جان کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔ اللہ تعالی کے بندوں سے سلوک میں نرم برتاؤ کیا کریں۔ دشمن کا ظالمانہ سلوک آپ کو مؤمن عوام اور قیدیوں کے ساتھ غیر شرعی انتقام پر ہرگز مجبور نہ کرے، بلکہ دشمن کے قیدیوں سے نبوی اخلاق کے بنیاد پر حسن سلوک کیا کریں۔

دشمن کی سازشوں اور اچانک حملوں پر جہادی لیڈر فوری توجہ دیں۔ اپنے زیر استعمال وسائل کے معاملے میں بہت احتیاط کریں۔ اپنی اور مجاہد کی زندگی کے بارے میں بے احتیاطی جہادی صف کو بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ ہر فرد اپنی آخرت کا خود ذمہ دار ہے۔

اپنے تمام ہموطنوں، علمائے کرام، دانش وروں، بااثر عوامی وسیاسی شخصیات، لکھاریوں، پیشہ ور افراد، نئی نسل کو تربیت دینے والے اساتذہ اور اس غریب ملک کے ہمدرد افراد سے مطالبہ کرتا ہوں کہ جنگ کے حقیقی عامل امریکا کے خلاف ایک آواز ہوکر اٹھ کھڑے ہوں۔

آخر میں تمام ہموطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ہر وقت، بالخصوص عید کے ان مبارک ایام میں تمام غریب بہن بھائیوں، یتیموں، قیدیوں کے خاندان اور دیگر غریب افراد کو خوشیوں میں اپنے ساتھ شریک کریں۔ حسب توفیق ان سے تعاون کریں۔

والسلام

(عالی قدر امیر المؤمنین شیخ الحدیث)

مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ صاحب حفظہ اللہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

27رمضان المبارک 1438ھ بمطابق 22جون 2017ء

امریکا کے تازہ ترین اعترافات، کٹھ پتلیوں کی حقیقت کیا رہ گئی؟

حسن زوی

ہر کسی کے علم میں ہے کہ امارت اسلامیہ امریکی جارحیت تک ملک کے اندر شمالی اتحاد نامی ایسے گروہ سے جنگ میں مصروف رہا جو جنگی وسائل کے اعتبار سے زیادہ مضبوط یا تعداد کے اعتبار سے زیادہ نہیں تھا۔ یہ گروہ ملک کے 10 فیصد سے کم حصے پر حاکم رہا۔ اکثر اوقات دفاعی حالت میں رہا۔ اور اسی مخصوص علاقے کے علاوہ پورے ملک میں ان کی بو بھی محسوس کرنے کو نہیں ملتی تھی۔ نقصان پہنچانے کی بات تو بہت دور کی ہے۔ پھر بھی امارت اسلامیہ نے اس جنگ سے خود کو چھڑانے کے لیے بہت سی کوششیں کیں۔ کیوں کہ جنگ اگرچہ کمزور دشمن کے ساتھ ہو مگر جنگ پھر بھی جنگ ہوتی ہے۔ اس میں بہت سے نوجوانوں کی زندگیاں خاک ہو جاتی ہیں۔ تباہی ہوتی ہے۔ ملکی بجٹ کا اکثر حصہ اس کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے۔ حکومت اور عوام کی توجہ اسی جانب ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے میں ترقی کا عمل بالکل رک جاتا ہے۔

ایک نسبتاً چھوٹے گروہ کے ساتھ لڑائی کے نتیجے میں جو جو نقصانات امارت اسلامیہ کے سامنے تھے اور اس کی وجہ سے جن مسائل کا سامنا تھا تو یہی وجہ تھی کہ جنگ سے خود کو چھڑانے کے لیے حقیقی کوششیں کیں۔ امارت اسلامیہ اپنے کسی بھی پڑوسی یا خطے کے دیگر ممالک میں سے کسی کے ساتھ بھی لڑائی جھگڑا نہیں چاہتی تھی۔ چہ جائیکہ امریکہ جیسے طاقت ور ملک کے ساتھ لڑائی مول لے۔ امارت لڑائی جھگڑے کو اپنے آپ، ملک اور عوام کے لیے سراسر نقصان سمجھتی تھی۔ اس لئے امارت اسلامیہ اپنے تمام معاملات بہت احتیاط سے آگے بڑھا رہی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ امارت اسلامیہ نے گیارہ ستمبر کے بعد امریکا کو بار بار مذاکرات کی دعوت دی اور بات چیت کے ذریعے مسئلے کا حل ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ مگر امریکا نے امارت اسلامیہ کی کسی ایک بات کو بھی قابل اعتناء نہیں سمجھا۔ افغانستان پر جارحیت کر کے یہاں اسلامی نظام کے خاتمے کے علاوہ اس کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ امارت اسلامیہ نے اسی وقت کہا تھا کہ 11 ستمبر کا واقعہ محض ایک بہانہ ہے۔ امریکا اور دیگر مغربی قوتیں جن کے لیے اسلامی نظام دنیا کے کسی ایک کونے میں قابل برداشت نہیں ہے، تو ان کا اصل ہدف ایک خالص اور اسلامی حکومت کا خاتمہ تھا اور خطے کی سطح پر اپنے مذموم مقاصد کا پورا کرنا تھا۔

مگر امریکی کٹھ پتلی افغان عوام کو مسلسل اس بات سے دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے تھے کہ امریکا یہاں جمہوریت، امن کا قیام، انسانی حقوق کا تحفظ اور افغانستان کی تعمیر نو چاہتا ہے اور اس کے علاوہ یہاں ان کا کوئی مقصد نہیں ہے۔

اگرچہ یہ بات کسی بھی ذی شعور شخص کے لیے قابل تسلیم نہیں تھی کہ امریکا افغانستان جیسے ایک لاتعلق اور دور دراز میں واقع ملک میں جمہوریت کے قیام کے لیے اپنے لاڈلے فوجیوں کی جان خطرے میں ڈالے گا۔ یا یہاں کروڑوں ڈالر خرچ کرے گا۔ مگر افغانستان اور باہر کی دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی جو خود کو مسلمان کہنے کے باوجود اس بات سے انکار کرتے تھے کہ امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی ہے یا امریکا اس خطے میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے دائمی حضور چاہتا ہے۔

جارج ڈبلیو بش انتظامیہ میں وزارت خارجہ سنبھالنے والی افریقی نژاد خاتون جو جنگوں کی شہزادی کے نام سے مشہور ہے انہوں نے چند دن قبل لیکچر کے دوران اور پھر ایک ٹی وی انٹرویو میں کہا: "ہم پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ ہم نے عراق اور افغانستان میں جمہوریت کیوں نافذ نہیں کی ہے کیوں کہ ہماری لڑائی کا مقصد یہ نہیں تھا کہ عراق اور افغانستان میں جمہوریت قائم کی جائے بلکہ ہمارا مقصد صرف طالبان

اور صدام حسین کا خاتمہ کرنا تھا۔ ان کی حکومت کا خاتمہ ہمارا مقصد تھا۔ ہماری جارحیت کا مقصد یہ تھا کہ وہاں اپنے دشمنوں کا خاتمہ کر دیں جو امریکا اور خطے کے لیے ممکنہ خطرہ بن سکتے تھے۔"

ان کے بقول انہوں نے ان خطرات کا خاتمہ کر دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ رہا یہ سوال کہ وہاں ان حکومتوں کے خاتمے کے بعد جمہوریت کیوں قائم نہیں ہوئی ، انصاف پر مبنی عدالتی نظام کیوں سامنے نہیں آیا۔ یہ الگ مسئلہ ہے۔ کیوں کہ یہ موضوع ہمارے ایجنڈے میں شامل نہیں تھا۔

آپ دیکھیں، وزیر خارجہ سطح کی ایک شخصیت کتنے واضح الفاظ میں امریکی جارحیت کے مقاصد بیان کر رہی ہے۔

سچ یہ ہے کہ انہوں نے صلیبی جنگ کی حقیقت اسی طرح واضح کر دی جس طرح کہ واقعہ تھا۔ اور جس طرح مجاہدین ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ یہ صلیبی جارحیت کے اہداف وہ نہیں ہے جو ان کے کٹھ پتلی بیان کر رہے ہیں بلکہ ان کا ہدف یہاں اسلامی نظام کا خاتمہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ اور خطے کی سطح پر خطرناک مقاصد کے حصول کے لیے ان کا یہاں دائمی حضور ہے۔

کونڈالیزا رائس نے جہاں امریکا کی صلیبی جارحیت کا مقصد واضح کر دیا وہاں امریکا کا اصل چہرہ بھی دنیا کو دکھا دیا کہ آبادی اور تعمیر امریکی ڈکشنری میں نہیں ہے بلکہ اس کا کام صرف اور صرف تباہی اور بربادی ہے وہ بہت ہٹ دھرمی سے کہہ رہے ہیں کہ " جہاں تک یہ بات ہے کہ ان ممالک میں جمہوریت قائم نہیں ہوئی اور انصاف پر مبنی نظام قائم نہیں ہو سکا تو یہ الگ مسئلہ ہے۔ یہ موضوع ہمارے ایجنڈے میں شامل نہیں تھا۔

دیکھیے کتنے واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ بربادی اور تباہی ان کے ایجنڈے میں تھی تعمیر اور آبادکاری ان کے ایجنڈے کا حصہ نہیں تھا۔

اب امریکا سے پوچھنے والا کوئی نہیں ہے کہ کیا تمہاری مادی قوت اس لیے ہے کہ اس سے دنیا تباہ کر دو اور نظاموں کا تختہ الٹاؤ۔ تم دنیا سے اتنا سفید جھوٹ کیوں بولتے ہو۔ آپ کی انسانیت دوستی، انسانی ہمدردی، دنیا میں عدل وانصاف پر قائم جمہوری نظام کے قیام کے لیے آپ کی تیاری اور ہر ملک میں وہاں کے عوام کے مطابق حکومتیں بنانے کا حق دینے کے دعوے کہاں چلے گئے؟

اور سب سے اہم بات یہ کہ افغانستان اور عراق پر جارحیت کا مقصد طالبان اور صدام حسین کے خاتمے اور یہاں پر نافذ نظاموں کے گرانے کے بعد جو خود آپ کے بقول آپ کا ہدف تھا تو ہدف کے حصول کے بعد کیوں ان دونوں ممالک میں اپنی جارحیت کو دوام بخشا جارہا ہے۔

بس بات بہت واضح ہے، بہت سے فلسفیانہ مباحثت کی ضرورت نہیں ہے۔ امریکی قیادت میں مغرب کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کیا گیا ہے۔ دشمن کو بہت زیادہ نقصان پہنچانا بھی جنگ کی ایک کامیابی سمجھی جاتی ہے۔ آباد شہروں کی تباہی، آباد شہروں کو کھنڈرات میں بدلنے اور شہریوں کو ہجرت اور دربدری پر مجبور کرنے کے بعد دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف بہانوں سے ذلت سے بھرپور زندگی پر مجبور کرنا صلیبی اتحاد کے اعلان شدہ جنگ کا سب سے بڑا مقصد ہے اور یہ اتحاد اپنے اس ہدف میں بہت کامیاب جارہا ہے۔

مسلمان یہ بات خوب سمجھ لیں کہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک اسلامی دنیا کے کسی بھی ملک میں اس طرح کی جمہوریت نہیں چاہتے جو مغرب میں رائج ہے، یہ لوگ اسلامی ممالک پر ان ڈکٹیٹروں اور بادشاہوں کو مسلط دیکھنا چاہتے ہیں جو اپنے عوام پر خوب مظالم ڈھاتے رہیں۔ جہاں اسلام پسندوں کو وہاں سر اٹھانے نہیں دیا جائے، سب کی قانونی آزادی سلب کر کے رکھ دی گئی ہو، امریکا اور دیگر مغربی ممالک کے حلقہ بگوش غلام کی طرح لبیک کہیں۔

اگر کسی اسلامی ملک میں جارحیت کے بعد جمہوریت کے قیام کا اعلان کیا بھی گیا ہے تو وہاں برائے جمہوریت قائم کی گئی ہے، جس میں خوشامدی، ڈاکو، چور، سمگلر اور وار لارڈز صاحب اقتدار ہیں۔ اس مسلط کردہ انارکی میں اس ملک کی کلچرل اقدار تباہی کا شکار ہوں اور دینی ہدایات اور تعلیمات کی فضا گرد آلود رہے۔

اور اس طرح کی جمہوری حکومت کی حقیقت وہی ہوتی ہے جو افغانستان اور عراق میں ہے۔

جارحیت پسندوں کے خوشامدی دفاع کار جو کہتے تھے کہ بیرونی قوتیں یہاں اس لیے آئی ہیں کہ یہاں جمہوریت قائم کر دی جائے، انصاف قائم کی جائے، تعمیر نو کر کے دیں، تعلیم اور صحت جیسی سہولیات فراہم کریں، امن، خوشحالی اور ترقی لائیں۔ کونڈولیزا رائس کے واضح کردہ مغربی مقاصد کے بعد کٹھ پتلیوں کی یہ باتیں ان کے ماتھے پر سیاہ دھبہ ہیں۔ کونڈولیزا کے بیان کردہ حقائق کے بعد ان کا جھوٹ سورج کی طرح واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

کٹھ پتلیوں اور کٹھ پتلیوں کے تعاون سے جارحیت پسندوں نے جن لاکھوں لوگوں کو شہید کیا، گذشتہ 16 سالوں میں لاکھوں بے گناہ لوگوں کو جیلوں میں ڈالا، مظلوم افغانوں کے گھروں پر جارحیت کر دی، غریب افغان شہریوں کے ناموس اور عزتوں کو پامال کیا اب وہ وقت آ گیا ہے کہ کابل انتظامیہ کے کٹھ پتلی اپنے ان ظالمانہ اقدامات اور اپنے آقاؤں کے اس طرح بیانات کے حوالے سے شرم اور ندامت کا احساس کریں۔ درمیان سے نکل افغان عوام کو جارحیت کے خلاف اور جارحیت کے خاتمے کے لیے متحدہ ہونے دیں اور اپنے مستقبل کا عنوان خود مرتب کر سکیں۔

قاری سعید خوستی

قاری عبداللہ معراج شہید تقبلہ اللہ

حیات اور کارناموں پر ایک نظر

ہاں! اپنے غیور عوام سے ہمیں امید ہے کہ اب یہاں تمام تضادات کا خاتمہ ہو گا، سب جارحیت پسندوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے اور ان کے ناپاک وجود اور ان کے ابدی مظالم سے نجات حاصل کرلیں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

پیدائش اور ابتدائی زندگی:

الحاج قاری عبداللہ شہید صوبہ خوست کے مرکز کے مضافاتی علاقے شمل پیرانو کے ایک دیندار گھرانے میں 1398ھ کو پیدا ہوئے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ قرآن کریم حفظ اور تجوید کی تعلیم خوست کے ممتاز قاری محمد انور شاہ سے مکمل کی۔ انہوں نے نوجوانی کے ابتدائی ایام میں خوست شہر میں ایک چھوٹی سی دکان بنائی تھی جس سے وہ اپنے رزق حلال کا بندوبست کرتے۔

جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد:

2001 میں جب امریکا نے خوست کے منہ چینہ میں رمضان المبارک کے مہینے میں ایک مسجد پر بمباری کر کے تراویح کے دوران اسے تباہ کرڈالا اور وہاں 80 سے زیادہ نمازیوں کو شہید کرڈالا۔ اسی واقعہ نے قاری صاحب کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا اور انہوں نے جارح قوتوں کے خلاف مسلح جہاد کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے جہاد کے اس سفر میں بہت کٹھن مراحل طے کیے اور بہت تکلیفیں اٹھائیں اور دشمن کو بھی بہت دندان شکن جواب دیے۔

قاری صاحب نے قاری بختور خان کی شہادت کے بعد ان کے جہادی محاذ اور گروپ کی قیادت کی لگام اپنے ہاتھ میں لی۔ وہ ایک بہادر، نڈر، مضبوط اور رحم دل قائد تھے.

قاری صاحب کے جہادی کارنامے:

صوبہ خوست کا صحراباغ عسکری اڈہ جسے جارحیت پسند سالارنو اڈہ کہتے ہیں، افغانستان کے جنوب میں امریکی فوجیوں کے مضبوط اڈوں میں سے تھا۔ سالار نو اڈے ہی سے ڈرون حملے کنٹرول کیے جاتے تھے، وہ جو ہزاروں مجاہدین کی شہادت کا باعث بنے تھے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے حافظ بدرالدین حقانی کے ساتھ مل کر اس امریکی مرکز پر حملوں کی منصوبہ بندی کی، بہت کم وقت میں حملے کی ساری تیاری مکمل کرلی گئی، فدائی مجاہد مولوی شمس اللہ شہید کی جانب سے ڈاینا گاڑی کے ذریعے پہلے بہت بڑا دھماکا کیا گیا اور اس کے بعد دس فدائی مجاہدین کیمپ میں داخل ہوگئے اور وہاں جارحیت پسندوں پر حملوں کا آغاز کر دیا۔ یہ کامیاب حملہ جس نے امریکی جنرلوں کو لرزا کر رکھ دیا۔ پہلے مرحلے میں جارحیت پسندوں نے اپنی عادت کے مطابق حملے کے سرسری نقصانات کا تذکرہ کیا مگر کچھ روز بعد امریکی میڈیا نے اس حملے پر تفصیلی روشنی ڈالی، نیویارک ٹائم کے مطابق اس حملے میں 150 امریکی زخمی اور درجنوں اہلکار ہلاک ہوگئے۔ مال بردار طیارے تباہ ہونے کی وجہ سے امریکا کو ملینوں ڈالر کا نقصان ہوا۔

قاری صاحب شہید رحمہ اللہ نے لکنو شیشکی کے علاقے میں فدائی مجاہد عبداللہ شہید کے لیے امریکی کانوائے پر حملے کا منصوبہ ترتیب دیا اس بہادرانہ حملے میں دو ٹینک جل کر راکھ ہوگئے اور اس میں موجود تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔

قاری عبداللہ شہید نے بدی خیل کے علاقے میں استشہادی مجاہد رحمن اللہ کو حملے کے تمام ابتدائی تیاری کرائی، فدائی مجاہد نے اپنی گاڑی کے ذریعے امریکی فوجیوں پر حملہ کیا جس میں ایک بہت بڑا ٹینک شعلوں میں جل کر راکھ ہوگیا۔

قاری صاحب کی زیر قیادت مجاہدین نے امریکی فوجیوں پر دور ہی سے کنٹرول کیے جانے والے بارودی سرنگ سے بہت سے حملے کیے۔

امریکی فوجی برگڈال کا کامیاب تبادلہ:

قاری عبداللہ معراج شہید نے امریکی فوجی برگڈال کے تبادلے کے مراسم بہت کامیابی سے پورے کیے، وہ کارروائی جس نے پانچ بڑے رہنماؤں کو نئی زندگی دلادی اور گوانتاناموکے وحشی جیل سے پانچ رہنماؤں کی آزادی کے سبب بنے۔

خاندان کے دیگر شہداء:

قاری صاحب شہید کی قیادت میں ان کے خاندان کے 84 مجاہدین ساتھیوں شہادت کا جام پیا اور اپنی روحیں پاک ذات کی بارگاہ میں پیش کردیں۔

11 اگست 2011 کو معراج موسی قاری صاحب کے چھوٹے بھائی دشمن کے ساتھ ایک براہ راست جنگ میں شہید ہوگئے۔ 5 دسمبر 2015 کو ان کے ایک اور بھائی رفیق بھی دشمن کے ساتھ ایک لڑائی میں شہید ہوگئے۔

شہادت: 2مارچ 2017 کو ان شہداء کی ماں کو تیسرے بیٹے کی شہادت کی بشارت بھی مل گئی۔ قاری صاحب خوست اور کورمی کے سرحدی علاقے میں جہادی

امریکہ افغانستان میں کچھ کرے

موسیٰ فرہاد

سفر پر تھے کہ امریکی ڈرون طیاروں کے نشانہ بن گئے اور شہید ہو گئے۔ نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ

فارن افیئرز کے نام سے ایک مشہور امریکی مجلہ نے حال ہی میں ایک مقالہ شائع کیا جس میں بہت سارے زمینی حقائق بیان کیے گیے ہیں۔اس مقالے کی پشتو ترجمہ سب سے پہلے نن ڈاٹ آسیا ویب سائٹ پر شائع ہوا۔مذکورہ مقالے کی اہمیت کے پیش نظر اختصار کے ساتھ مقالے کی اصل متن اور اپنے تبصرے کے ساتھ شائع کریں گے تاکہ قارئین کے سامنے اس موضوع سے متعلق دیگر پہلو بھی سامنے آجائے۔ فارن افیئرز نے افغانستان کی بحران کو امریکہ کے لیے ایک چیلنج قرار دیا جس سے نکلنے کے لیے چار تجاویز بھی دیئے گیے جن میں سے ایک بھی خود مقالہ نگار کے نزدیک بھی قابل عمل نہیں ہے،وہ چار تجاویز یہ ہیں:

1-حکومت کی تشکیل۔

2-قومی مصالحت

.3-طالبان کے اثرونفوذ کی روک تھام

4-اور دائمی اڈے بنانا۔

حکومت کی تشکیل:

لکھاہے کہ طالبان پر فتح حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ کہ ایک مستحکم حکومت تشکیل دیناہوگی اگر امریکہ افغان حکومت کو مستحکم کرے تو اس کے نتیجے میں افغان عوام کا اس حکومت پر اعتماد پیدا ہو گا طالبان کے مقابلے میں اس حکومت کے ساتھ کھڑے ہوں گے یوں ایک مستحکم حکومت بن کر عوام میں اس کی بہتر امیج بن جائے گی۔ اس کا تو واضح مطلب یہ ہوا کہ افغان حکومت اب تک بطور حکومت تسلیم ہی نہیں ہوا اور اس پر افغان عوام کا اعتماد نہیں ہے، وہ طالبان کے ساتھ کھڑے ہیں، مزید یہ کہ وہ افغان عوام کا نمائندہ حکومت نہیں ہے تبھی تو مجلہ نے حکومت بنانے کی تجویز دے دی۔

مجلہ خود سوال کرتا ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ افغانستان میں طالبان سے بڑھ کر بھی کوئی قوی اور مستحکم حکومت بنائے؟ کیونکہ ایسے میں امریکہ کی مداخلت مزید بڑھ جائے گی اپنے کارندوں کو اس عمل میں دخیل کر کے افغان حکومت میں حصہ دار بن جائیں گے تاکہ ان کی کارروائیوں کو قریب سے دیکھاجاسکے۔ لیکن یہ اقدامات قطعی طور پر امریکی افواج کی ہلاکت کے سبب بنیں گے اور لاتعداد دولت صرف ہو گا۔اب جو سالانہ 25 سے 50 ملین تک لگتے ہیں پھر اس سے بھی زیادہ خرچہ ہو گا اور اسٹریٹیجک وسائل استعمال ہوں گے۔

دراصل امریکہ دیگر اہم مسائل سے توجہ ہٹا کر افغان مسئلے کی طرف متوجہ ہو گا تاکہ اس عمل پر ایک دو دہائی مزید لگ جائے اور ظاہر ہے امریکی عوام اور آئندہ حکومتیں ان منصوبوں کی تکمیل کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

مجلہ نے لکھا ہے ایک نقصان یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر امریکہ نے افغان حکومت کی تشکیل میں مدد بہم پہنچائی اور نتیجے میں افغان حکومت سے کوئی امتیازی حیثیت نہ مانگی تو یہ کسی طور امریکہ کے لیے سود مند ثابت نہیں ہو سکتا۔ کابل کے سرکاری حکام باہمی اختلافات اور انتظامی فساد کے سبب حکومت کے اس انتخاب سے انکاری ہیں، یہ سب ایسے صورتحال میں ہے کہ افغان فورسز ایک طرف سیاسی خلفشار کے باعث کمزور جبکہ دوسری طرف مضبوط مدمقابل کا سامنا ہے۔ لیکن وہ اس لیے مطمئن ہے کہ امریکی فواج ان کی حفاظت کریں گے اور وہ خود کسی بھی خطرے سے حفظ وامان میں ہوں گے۔(مطلب یہ کہ اگر امریکہ نے نئی حکومت

تشکیل دی تو وہ مزید مطمئن ہو کر صرف امریکی امداد کے امید پر شب و روز گزاریں گے۔ مجلہ نے مزید لکھا ہے کہ حکومتی تشکیل کی اس پالیسی سے مزید نقصانات کا بھی خطرہ ہے، جیسے افغانستان میں امریکہ کی موجودگی مزید طول اختیار کرے گی، ہمسایہ ممالک حساس ہو کر امریکہ کے ساتھ جھگڑے کا خطرہ پیدا ہو گا وغیرہ۔

غرض یہ کہ امریکہ کے لیے افغانستان میں حکومت بنانے کا ایک آپشن تھا وہ بھی درج بالا دلائل کی بنیاد پر ناکام ثابت ہو سکتا ہے۔

قومی مصالحت

فارن افیئرز آگے لکھتا ہے نے امریکی صدر اور ان کی انتظامیہ کے لیے ایک راہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افغانستان میں قومی مصالحت کی کوششیں تیز کرے، قومی مصالحت دو طریقوں سے ممکن ہے، ایک یہ کہ بہت سارے بنیادی تنازعات جیسے طالبان کے ساتھ فوجی و عسکری شئیرنگ اور انہیں اصل قوت مان کر اختیارات حوالے کرنا، امریکی افواج کے انخلاء کی ذمہ داری دینا اور اسی طرح استقلال کے دیگر بہت سارے مطالبات ماننا، جو ظاہر ہے امریکہ کے لیے نہایت مشکل ہے۔

قومی مصالحت کا دوسرا طریقہ وہ جس کی تجویز سیکیورٹی کے مشیر مک ماسٹر سمیت دیگر حکام نے دی ہے، ان کا کہنا ہے کہ ایک سطحی قومی مصالحت کافی ہے، جس کے ذریعے عسکری میدان میں طالبان اتنے کمزور ہو جائیں گے کہ وہ ہر قسم کی شرائط ماننے پر آمادہ ہو جائیں گے، اس کے بعد انہیں افغانستان کی سیاست میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ سیکیورٹی کے ساتھ یکجا ہو کر قومی دھارے میں شامل ہو جائیں۔ لیکن زمینی حقائق کی طرف دیکھا جائے تو یہ کام نہایت غیر معقول اور ناممکن لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے افغانستان کے طول و عرض میں کہیں ایسا بھی ہو جائے جس طرح تجویز کنندہ چاہتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ایسا ہونا ناممکن ہے۔

اس اسٹریٹجی میں ایک اور مشکل یہ ہے کہ افغان حکومت نے تاحال طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لیے کوئی ہوم ورک کیا ہے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی پالیسی وضع کی ہے، یہ بعید از قیاس ہے کہ افغان حکومت طالبان کے ساتھ نشست کا کوئی ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

مجلہ نے مزید لکھا ہے کہ بنیادی بات یہ ہے قومی مصالحت میں افغان حکومت کو بااختیار بنانا ضروری ہے تاکہ وہ مذاکرات کی میز پر اپنے موقف کے لیے طاقت ور ہو کر دلائل دے سکیں، لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ چند ہزار امریکی افواج کی امداد پر مزید افغان حکومت چلائی جائے طالبان کی صورت میں وہ ایک مضبوط مد مقابل کا سامنا کر رہے ہیں۔

طالبان حکومت سے کم تر لیکن مضبوط اعصاب کی مالک فوجی طاقت رکھتے ہیں لیکن اب بھی ممکن ہے کہ زیادہ سے زیادہ علاقوں کو اپنے کنٹرول میں رکھے۔ اسی کے ساتھ طالبان کی باہمی مثالی ہم آہنگی، ماتحتوں پر کنٹرول، مقاومت، اسلحوں تک رسائی اور علاقائی دوستوں کی مدد وہ حقائق ہیں جو طالبان کے خلاف کسی بھی موقف کو کمزور ثابت کر سکتے ہیں۔ مقالہ نگار مزید لکھتے ہیں اگر سطحی طور پر قومی مصالحت پر مبنی عمل شروع کیا جاتا ہے تو یہ مسئلے کا حل ہر گز نہیں ہے بلکہ اگر گہرے سطح پر قومی مصالحت کا عمل شروع کیا جائے تو بھی یہ امریکہ کی پندرہ سالہ کاوشوں پر پانی پھیرنے کے مترادف ہوگا، (اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس صورت میں طالبان کی حاکمیت یقینی ہے)

امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوں گے کیونکہ غصب بالآخر ختم ہو ہی جائے گا، امریکہ اب مزید یہاں رہنے کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ان کا بنیادی مقصد نظام کا خاتمہ تھا اور وہ ہو کر رہا۔ گذشتہ دنوں امریکہ کی سابق وزیر خارجہ کونڈلیزا رائس نے بھی اعتراف کیا کہ افغانستان میں ہمارا مقصد جمہوریت کا قیام نہیں بلکہ طالبان کے نظام کا خاتمہ تھا۔

فارن افیئرز کے اس اعتراف کے بعد یہ حقیقت مترشح ہوگئی کہ امریکہ افغانستان میں امن و سکون اور مصالحت کا ارادہ نہیں رکھتا، بلکہ وہ یہاں صرف اور صرف اپنی بقا اور حاکمیت چاہتے ہیں وہ افغانوں کی دہائیوں سے جاری دشمنیوں اور اس میں بہنے والی خون کی قیمت ہی پر کیوں نہ ہو۔

طاقت کے بل بوتے پر طالبان کے اثر و نفوذ کا خاتمہ:

فارن افیئرز نے ایک اور تجویز جو دی وہ یہ افغانستان میں جلد از جلد بااختیار فوج کی بھاری نفری بھیجی جائے تاکہ وہ طالبان کو مختلف علاقوں میں بنائے

گیے ٹھکانوں سے بے دخل کر کے افغانستان کو ان سے خالی کروایا جائے، یوں امریکہ اور اتحادیوں کے لیے بہانہ بھی ہاتھ آجائے گا۔

(مطلب یہ کہ ہر قسم کی عسکری و فوجی طاقت اس وقت فائدہ دے سکتی ہے جب انہیں ساتھ اختیارات بھی دیئے جائیں، اگر وہ ہر قسم کی جنگی جرائم اور ممنوعہ اسلحہ استعمال کرے کوئی ان سے پوچھنے والا نہ ہو)

دوسرا یہ کہ مقالہ نگار کے نزدیک اس صورت میں امریکہ کے لیے اتنا موقع ہاتھ آجائے گا کہ وہ اپنے افواج کا انخلاء یقینی بنائے، بھلے جنگ میں انسانی حقوق کی پامالی ہو اور طالبان کو عارضی شکست ہو لیکن درمیان سے وہ خود بحفاظت نکل جائے۔ لیکن ان کے نزدیک ان اقدامات کے عملی ہونے کی صورت میں فائدہ اور نقصان دونوں کا شائبہ ہے۔ فائدہ یہ ہوگا کہ امریکہ جانی و مالی نقصان سے بچ جائے گا اور دیگر اہم موضوعات کی طرف متوجہ ہوگا۔

دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ امریکی افواج کا اس طرح نکلنے سے افغان فورسز بیدار ہو جائیں گے اور فوجی مورال بلند کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، اوباما کے دور حکومت میں کسی بھی افغان رہنما کو یہ خیال تک نہ ہوا تھا کہ امریکہ اپنی فوجی اور مالی مدد بند کرے گی اسی لیے ان سے تو بہتری کی کوئی امید بھی نہیں تھی۔ مگر اس کا نقصان یہ ہوگا کہ امریکہ کا اثر و نفوذ ان ممالک میں کم پڑ جائے گا، افغانستان کی حکومت کی تشکیل میں امریکہ کا رول ختم ہو جائے گا، وہ فائدے اور وہ فتوحات جس کے امریکہ اور اتحادی 15 سالوں کوشش کر رہے تھے ضائع ہو جائیں گے۔

چوتھا آپشن دائمی اڈے:

دائمی اڈوں کی پالیسی یہ کہ امریکہ غیر معینہ مدت کے لیے اپنی افواج افغانستان میں رکھے، امریکہ کو کثیر تعداد میں فوج کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے بیسز کی حفاظت یقینی بنائے۔

بلکہ امریکہ کی اسٹریٹیجی بنانے والوں کی طویل عرصے سے خواہش ہے کہ کس طرح مرکزی ایشیا میں اپنے دائمی اڈے بنائے۔

تاکہ دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کے ساتھ چین، ایران، اور روس کی جانب سے ممکنہ حملے کا بھرپور جواب دیا جاسکے (مطلب یہ کہ امن معاہدہ جو افغان حکومت کے ساتھ کیا گیا محض ایک دھوکہ کے سوا کچھ بھی نہ تھا، مقالہ نگار کے اس بات یہ حقیقت بخوبی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ افغانستان کے لیے امریکہ کے اہداف اور مقاصد کافی خطرناک ہیں، دائمی اڈے دوسرے مقاصد کے لیے بناتے ہیں نہ کہ افغانستان کی تعمیر و ترقی کے لیے جس طرح افغان حکام کا موقف ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ دائمی اڈے بنانے کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ بیرونی افواج کے غاصبانہ حملوں کے لیے افغان حکومت کے سرنگوں ہونے سے اس حکومت کے رہنے کا مزید جواز پیدا ہوگا۔

دوسرا نقصان یہ کہ امریکہ کو یقین کرنا ہوگا کہ افغانستان میں حکومت طویل المدتی انتشار کا شکار ہوگا اور یہاں کے اقوام باہم دست و گریباں ہوں گے کیونکہ افغانستان میں امریکہ کی دائمی وجود ہمسایہ ممالک کو مقابلے پر آمادہ کریں گے اور افغانستان میں امریکہ مخالف قوت مضبوط ہو کر حکومت ہمیشہ ڈگمگا رہا ہوگا۔

بے فائدہ انتخاب:

فارن افیئرز کے مقالہ میں آخری پیراگراف کا خلاصہ اور مقصد یہی نکلتا ہے کہ درج بالا چاروں تجاویز اگر قابل عمل ہیں تو دوسری طرف اس کے منفی پہلو ایسے ہیں جو مثبت سے کہیں زیادہ ہیں جن کی تفصیلات گزر گئیں۔ مجموعی حیثیت سے کہا جاسکتا ہے کہ حکومت کی تشکیل، قومی مصالحت، دائمی اڈے اور طاقت کے بل بوتے پر مخالف قوت کو دبو چنا یہ ایسے عوامل ہیں جن سے امریکہ کو آئندہ دہائی میں ایک نیے مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا، سینکڑوں بلین ڈالر ضائع ہو کر نتیجہ صفر پر ہی منتج ہوگا۔ اس لیے کہ مقالہ نگار نے شروع میں ہی اس جانب اشارہ کیا تھا کہ درج بالا اسٹریٹیجی سابقہ ادوار حکومت میں بھی کم و بیش اسی شکل میں عملی تھا لیکن نتیجہ صفر تھا، آئندہ بھی انہی راستوں کے علاوہ امریکہ کے لیے کوئی دوسری راہ نہیں ہے اور حد تو یہ ہے کہ انہی راستوں میں بھی کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مقالہ نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ اگر ٹرمپ نے مزید افواج بھیجنے کی منظوری دی تو سوال پھر بھی حل طلب ہے کہ یہ افواج کس مقصد کے لیے استعمال ہوں گے؟

عبید تنویر

ملکی عوام کا قتل امریکی پالیسی ہے

دو ہفتے قبل کابل شہر کے حساس اور ڈپلومیٹک اہمیت کے حامل علاقہ زنبق میں ہونے والے ایک خوفناک دھماکہ کی وجہ کابل انتظامیہ نے پانی کے ٹینکر میں دھماکہ خیز مواد بتایا ہے۔ جو بعد ازاں پھٹ گیے اور نتیجے میں سینکڑوں لوگ ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یہ اور اس نوعیت کے دھماکے جس میں خالص ملکی عوام نشانہ بن جاتے ہیں اسلامی امارت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس نوع کے دھماکے ان حلقوں کی کارستانی ہے جو افغانوں کے درمیان دشمنیوں اور عداوتوں کے بیج بو رہے ہیں۔ کابل انتظامیہ کی کوشش ہے کہ وہ اس حملے کے ذریعے اپنی رسوائی اور ناکامی چھپا کر اسلامی امارت کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کرے اور رائے عامہ مجاہدین کے خلاف ہموار کرے۔ جس طرف اسلامی امارت کے وضاحتی بیان میں اشارہ ہے کیا گیا ہے کہ ملکی عوام کا قتل عام اور انہیں تکلیف پہنچانا اسلامی امارت کی پالیسی نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت ہم ضروری سمجھتے ہیں مجاہدین کا واحد آسرا اس ملک کے غیور عوام کا غیر متزلزل اعتماد ہے جو مجاہدین کے اوپر ہے۔ اس ملک کے عوام اپنے جان و مال کے ذریعے رواں جہاد میں امریکہ اور ان کے غلاموں کے خلاف اسلامی امارت کی جدوجہد پر یقین رکھ کر ان کی مدد کرتے ہیں ایسے میں یہ ہرگز قرین انصاف نہیں ہے کہ مجاہدین ان پر حملہ کرے یا انہیں نقصان پہنچائے یہ تو اپنے پاؤں کلہاڑا مارنے کے مترادف ہے۔ جس طرح اسلامی امارت کے ترجمان (محترم خلیفہ سراج الدین حقانی صاحب) نے اپنے صوتی پیغام میں کابل کے حالیہ دھماکے کی واضح الفاظ میں تردید کرتے ہوئے اسلامی امارت کو اس سے بری الذمہ قرار دے دیا۔ افغانستان میں ہم بیرونی افواج پر دھماکوں کے ذریعے بہت بڑے اہداف حاصل کرسکتے ہیں لیکن جہاں ملکی عوام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو وہاں دھماکہ چھوڑ دیتے ہیں ایسا کئی بار کیا ہے اور مستقبل میں بھی یہی کریں گے۔

حقانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ غاصب افواج ہمارے درمیان نفرتوں اور عداوتوں کے بیج بونا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ سی آئی اے کی تخریبی کارروائیاں بھی ہمارے کھاتے میں ڈال دیں لیکن ہم ایسا کرنے نہیں دیں گے، ہم ملکی عوام کی قربانیوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ دھماکے کے دو دنوں بعد کابل میں نہتے مظاہرین پر حملے اور بعد ازاں رکن پارلیمنٹ کے بیٹے کی تدفین کے موقع پر خوفناک دھماکے، یہ سب وہ حقائق ہیں جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ امریکی ادارے فرصت ملنے پر ضرور کوئی ایسا کارنامہ انجام دیتے ہیں جس سے ملکی عوام کے درمیان تفریق و انتشار پیدا ہوں۔ امریکہ مجاہدین کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہے اب سوائے ڈرون حملوں کے ان کے لیے کچھ نہیں بچا ہے اب ان کی کوشش رہتی ہے کہ کسی طرح ملکی باشندوں کے درمیان لسانی، علاقائی اور مسلکی اختلافات کو ہوا دے کر ان کے درمیان نفرتوں اور عداوتوں کا ذریعہ بنالیں اور پھر اسی کے ذریعے وہ یہاں تاریخی شکست کا انتقام بھی لیں۔ اسلامی امارت افغانستان میں ہر قسم کے افتراق و تشتت، عداوتوں اور تباہیوں کی واحد ذمہ دار امریکہ اور اتحادیوں کو سمجھتا ہے۔ وہ طویل مدت کے لیے یہاں رہیں یا قلیل مدت کے لیے، فوجی خواہ کتنے بھی کیوں نہ ہو لیکن افغانستان اور افغان عوام کے لیے ان کا وجود زہر قاتل سے ہرگز کم نہیں ہے اور وہ سوائے بربادی کے کوئی واضح پلان نہیں رکھتے۔ اسلامی امارت افغانستان میں امن و سکون اور صلح کی راہ میں سب سے بڑے رکاوٹ امریکی وجود کو سمجھتا ہے۔ اسلامی امارت کو یہ بھی یقین ہے کہ کابل انتظامیہ کی زندگی اور بقا امریکی وجود تک ہے جیسے ہی وہ یہاں بوریا بستر گول کریں کابل انتظامیہ ہوا میں تحلیل ہوگی۔ افغان عوام کی بھی یہی خواہش ہے کہ امریکہ اور ان کے اتحادی اب افغانستان سے نکل جائے کیونکہ امریکہ افغانستان میں اسٹریٹجک فوائد کے حصول کے لیے آئی ہے نہ کہ افغانستان کی تعمیر کے لیے۔ انہیں افغانوں کی سیاسی و اقتصادی ترقی کی کوئی پرواہ ہے اور نہ ہی ان کی ہمہ جہت فوائد سے کوئی سروکار۔ اسی لیے جب تک افغانستان میں کشت و خون کا سلسلہ جاری رہے گا امریکی مفادات پورے ہوتے رہیں گے۔

بہتر یہی ہوگا کہ افغان عوام بیرونی غاصبین کے خلاف اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں اور اس مقصد کے لیے اسلامی امارت کے دست و بازو بن کر امریکہ اور اتحادیوں کو مزید موقع نہ دیں کہ وہ افغانستان کو اپنے مفادات کی تجربہ گاہ بنائے اور اس کے لیے افغانوں کی قربانی دیتا رہے۔

خبیر احمد

ٹرمپ کو نیٹو اور یورپ سے کیا ملا؟

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ سعودی عرب اور اسرائیل کے دورے کے بعد یورپ گئے اور وہاں بروکسل میں منعقدہ ناٹو ممالک کے سربراہی اجلاس سے شرکت کی۔

اس طرح انہوں نے دنیا کے 7 بڑے صنعتی ممالک کے صف اول کے سربراہان جس میں امریکا، جاپان، برطانیہ، جرمنی، اٹلی، کینیڈا اور فرانس شامل ہیں سے ملاقات کی۔ اس کے بعد کیتھولک چرچ کے عالمی سربراہ پوپ فرانسس سے ملاقات کے لیے روم گئے۔

ان اجلاسوں اور ملاقاتوں میں عالمی تجارت، ممالک کے موضوعات، مہاجرین کے مسائل اور اسی طرح داعش کے مقابلے کے حوالے سے بات چیت کی۔

ذرائع کا کہنا ہے کہ ان مسائل کے حوالے سے ٹرمپ رکن ممالک کے ساتھ کسی بھی ایسے حل تک نہیں پہنچے جسے ان کے دورے کی کامیابی کے طور پر ذکر کیا جاسکے۔

فرانسیسی اخبار "انٹرنیشنل" نے ایک مضمون میں 7 صنعتی ممالک کے اجلاس کو بڑے حد تک بے نتیجہ قرار دیا تھا۔ انہوں نے لکھا ہے:

مذکورہ ممالک کے اجلاس میں جہاں ایک جانب امریکا اور دوسری جانب 6 دیگر ممالک تھے، اختلاف کی وجہ پیرس معاہدے کو ٹرمپ کی بے توجہی تھی۔ امریکی صدر کی کوشش تھی کہ وہ اس معاہدے میں شریک نہ ہوں اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ٹرمپ جب یورپ سے امریکا واپس لوٹے تو ان کا پہلا اقدام یہ تھا کہ انہوں نے پیرس معاہدے سے امریکا کے نکلنے کا اعلان کر دیا۔

یہ معاہدہ جو زمین کی بڑھتی ہوئی حرارت کی روک تھام کے حوالے سے 2015 میں 190 ممالک کے مشترکہ اجلاس میں ہوا، معاہدے میں فیصلہ ہوا تھا کہ آئندہ پانچ سالوں میں ممالک کوشش کریں کہ زمین کی حرارت 2 درجہ سینٹی گریڈ سے اوپر رہے۔ اس مقصد کے لیے ممالک اپنے ان صنعتوں کی پیداوار میں کمی کریں جس کے نتیجے میں دنیا کی حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ معاہدے کے پانچ سالہ دورانیے کی مالی لاگت بہت حد تک امیر ممالک اٹھائیں گے جن کی مصنوعات زیادہ ہیں۔

مگر ٹرمپ نے پیرس معاہدے میں شرکت نہیں کی۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکا یا تو 10 فیصد لاگت ادا کرے گا اور یا معاہدے کا حصہ ہی نہیں بنے گا۔

جرمن میگزین "اشپیگل" نے 7 صنعتی ممالک کے اجلاس کے بعد لکھا تھا کہ: ایسا لگتا ہے کہ آج کے بعد دنیا کے بڑے صنعتی ممالک کا گروپ 6 ہی سمجھا جائے گا۔ کیوں کہ حالیہ اجلاس میں امریکی صدر ٹرمپ صرف ان معاہدوں میں شرکت پر تیار نظر آئے جس میں ان کے خیال کے مطابق

امریکا کو نقصان نہ ہو۔

اطالوی اخبار "لارپبلکنز" نے 7 ممالک کے اس اجلاس کو جرمن چانسلر انجیلا مرکل کے حوالے سے بے نتیجہ قرار دیا۔ انہوں نے ٹرمپ پر شدید تنقید کی اور کہا کہ وہ ایک ریاکار چہرہ ہے۔ اس کے پاس کوئی مثبت پروگرام نہیں ہے۔

مرکل نے یہ بھی کہا تھا کہ آج کے بعد جرمنی اور اتحادی ممالک ایسی اقتصادی پالیسی بنائیں گے جس میں امریکا اور برطانیہ پر کسی قسم کا انحصار نہ ہو۔

ٹرمپ اور ناٹو کا سربراہی اجلاس:

قبل اس کے کہ ٹرمپ بروکسل میں ناٹو کے سربراہی اجلاس میں شرکت سے قبل امریکی حکام نے امید ظاہر کی تھی کہ ناٹو اجلاس میں امریکی صدر داعش کے خلاف ہمہ پہلو اتحاد کی حمایت ہوگی اور اس کے لیے خاص بجٹ پر اتفاق ہوگا۔

ذرائع کے مطابق بروکسل اجلاس بھی 7 صنعتی ممالک کی طرح امریکی صدر کے لیے مایوسیوں اور ناکامیوں سے بھرپور رہا۔ کیوں کہ کوئی بھی ایسا اتفاق اور معاہدہ نہیں ہوا جس میں داعش کے خلاف ایک طاقتور اتحاد پر اتحاد ہو گیا ہو۔

ٹرمپ کا مطالبہ یہ تھا کہ ناٹو امریکی سربراہی میں داعش کے خلاف عملی، عسکری اور اقتصادی حصہ واضح کریں۔ مگر ناٹو نے سیاسی اور لاجسٹک میدان میں ٹرمپ کو ضمانت دی کہ وہ حمایت کریں گے، مگر عملی میدان میں ساتھ دینے سے گریز کیا۔ انہوں نے کہا وہ بھی ایک فوجی بھی نہیں دیں گے اور نہ ہی اپنا اسلحہ استعمال کریں گے۔

ٹرمپ نے ناٹو کے سربراہی اجلاس سے کہا کہ اس تنظیم کے 28 ارکان ہیں مگر عملی طور پر صرف 6 ممالک صحیح طریقے سے تنظیم کے مفادات اور منافع کا دفاع کر رہے ہیں۔ بقیہ 22 ممالک ان 6 ممالک کے کندھوں پر بوجھ ہیں۔ ٹرمپ کا نمایاں اور ذاتی مطالبہ یہ تھا کہ داعش کے خلاف مساوی طریقے سے ناٹو کے تمام ارکان عسکری اور اقتصادی حصہ واضح کریں۔

مگر ناٹو تنظیم کا جواب یہ تھا کہ داعش ناٹو اور پوری دنیا کے لیے خطرہ ہے مگر ان کا یہ بھی خیال ہے کہ اس تنظیم کو داعش کے خطرے سے کچھ زیادہ ڈرایا جاتا ہے اور داعش کے خلاف اقدام کے لیے ابھارا جاتا ہے۔ کچھ فریق چاہتے ہیں کہ یورپ کو قصداً داعش کے لیے ہدف بنایا جائے اور انہیں خوف زدہ کر دیا جائے۔ کچھ ماہرین کے مطابق ناٹو کے ان اشاروں کا ہدف امریکا ہے۔

بہر حال ٹرمپ کا دورہ یورپ اختلافات، ہنگاموں اور مایوسیوں سے بھرپور رہا۔ امریکیوں کا خیال تھا کہ ناٹو کا سربراہی اجلاس اور 7 بڑے صنعتی ممالک کے اجلاس میں ٹرمپ کی براہ راست شرکت اتنی موثر ثابت ہوگی کہ وہ یورپ کے حوالے سے کیے ہوئے تمام مطالبات جو انہوں نے اپنے انتخاب کے فوراً بعد کیے تھے ایک ایک کر کے اجلاس کے شرکاء سے منوالیں گے۔ کیوں کہ ٹرمپ نے ناٹو کے سربراہی اجلاس اور 7 صنعتی ممالک کے ایک اجلاس میں اپنی پہلی شرکت سے ناٹو اور دنیا کے اہم اقتصادی ممالک کو اپنی جانب متوجہ اور اپنے ساتھ متحد نہیں کیا۔ بلکہ یورپ اور ناٹو نے اپنے صریح اور براہ راست پیغام میں یہ بات ان کے گوش گذار کرائی کہ امریکا کو اب وہ مقام اور حیثیت حاصل نہیں رہی کہ وہ دنیا کی قیادت اور رہنمائی کریں۔ اور جو کچھ امریکا اور ٹرمپ چاہتے ہیں وہ ناٹو اور یورپ کے لیے مثبت پیغام اور اچھا مستقبل نہیں ہے۔

افغانستان کے جیلوں میں طالبان قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویہ

ملا محمود

افغانستان میں حملوں کی تازہ لہر نے ہر دردمند دل کو دہلا کر رکھ دیا ہے۔ عوامی مقامات پر وحشیانہ حملوں کے ذریعے امریکہ اور ان کی کاسہ لیس افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت کی ہر ممکن کوشش رہی ہے کہ ان حملوں کو طالبان کے ساتھ جوڑا جائے۔ لیکن جب اسلامی امارت نے اس کی تردید کی تو ان کی اضطراب اور بے چینی دیدنی تھی۔ کیونکہ اس صورت میں ان کے مطلوبہ نتائج کا حصول مشکل تھا جو وہ مذکورہ حملوں کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ویسے اسلامی امارت تردید نہ بھی کرے تو کیا ایک معمولی نظر رکھنے والا یہ سوچ سکتا ہے کہ ہرات کی جامع مسجد پر حملہ طالبان کی کارستانی ہے جس میں 8 افراد شہید اور تقریبا 20 سے زائد زخمی ہوئے تھے؟ لیکن پھر بھی اسلامی امارت نے تردید کر دی تاکہ عوام کی آنکھوں میں جو دھول جھونکا جا رہا ہے اس کی حقیقت واضح ہو جائے اور عوام میں مجاہدین کے خلاف غلط تاثر کا ازالہ ہو۔

اسلامی امارت کی تردید کے باوجود اسے مجاہدین کے ساتھ نتھی کر کے جیلوں میں طالبان قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی اور غیر اخلاقی رویہ روا رکھا جا رہا ہے جو نہایت ہی افسوسناک ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیمیں تو ایسے مواقع پر گونگ ہو ہی جاتی ہیں افغانستان کی سیکورٹی اور فوج میں شامل وہ مسلمان پشتون جن کے مقابلے پر مجاہدین کو مطعون کیا جا رہا ہے کہ اپنے ہی پشتون بھائیوں کے خلاف صف آراء ہو گئے ہیں وہ بھی نہایت شرمناک رویہ روا رکھے ہوئے ہیں جس سے ان کی پشتون ولی اور مسلمانیت کا پول کھل جاتا ہے۔ مجاہدین کو نرمی اور پشتون ولی کا بھاشن دینے والے ایسے مواقع پر تصویر کے اس دوسرے رخ پر بھی کچھ غور کر کے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرے تو بہتر ہو گا۔

قیدیوں کو رمضان کے مبارک مہینے میں عبادات کی اجازت تو کجا انہیں تو فرض نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی، وضو کے لیے پانی بھی مہیا نہیں کی جاتی۔ سخت گرمی میں ان پر بجلی بند کر دی گئی ہے، پینے کے لیے گرم پانی دیا جا رہا ہے جو انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔ ایک قیدی کا کہنا ہے "ہم نماز اور دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے تیمم کرتے ہیں اور پھر فرض نماز پنجروں میں ہی ایسے حال میں پڑھتے ہیں کہ ڈیوٹی پر مامور امریکی افواج اور ان کے ہم دم افغان سیکورٹی اہلکار پنجروں کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں۔ ساری رات جاگتے ہوئے اس حال میں گزرتی ہے کہ وہاں موجود امریکیوں کے شور و غل سے آنکھ لگتی ہی نہیں، بلکہ وہ قصداً شور کر رہے ہوتے ہیں تاکہ قیدیوں کو اذیت اور کوفت کا سامنا ہو"

یہ غیر انسانی اور غیر اخلاقی رویہ خود ان کے اپنے بنائے گیے انسانی حقوق کی چارٹر کی بھی خلاف ورزی ہے جس کی اطاعت اور باج گزاری کے لیے وہ دیگر ممالک پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔ ایک قیدی نے مریضوں کی حالت زار بتاتے ہوئے کہا "ایک مریض اگر زندگی اور موت کی کشمکش میں بھی ہو تو اسے علاج معالجہ کے لیے نہ ہسپتال پہنچایا جاتا ہے اور نہ ہی ہسپتال میں کسی ڈاکٹر کی بندوبست کی جاتی ہے بلکہ اسے کہا جاتا ہے کہ ہمارے فوجی روزانہ درجنوں کی تعداد میں مر رہے ہیں آپ کا یہ قیدی بھی مر جائے" حد تو یہ ہے کہ جیلوں میں جہاں طالبان کے قیدی ہوں وہاں اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کی تنظیمیں آتی ہی نہیں، گویا انہیں بنیادی انسانی حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔

حالانکہ اسلامی امارت نے نہایت ہی فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رمضان المبارک کے پہلے عشرے میں امیر المؤمنین کے خصوصی فرمان کے تحت مجاہدین کی قید میں افغان فوج کے صوبہ قندہار کے ضلع شاہ ولی کوٹ سے تعلق رکھنے والے 11 قیدیوں کو رہا کر دیا اور قندہار ہی کے ضلع غورک سے تعلق رکھنے والے 62 قیدیوں بھی کو رہا کر دیا ہے۔

ایک طرف فراخ دلی اور رحم دلی کا مظاہرہ جبکہ دوسری طرف غیر انسانی اور غیر اخلاقی رویہ روا رکھا جا رہا ہے جو نہایت ہی افسوسناک ہے۔ اللہ تعالی تمام قیدیوں کی حال پر رحم فرمائے اور انہیں دشمن کی قید سے آزادی دلائے، آمین۔

ذوالکلام

افغانستان کے لیے مزید چار ہزار افواج بھیجنے کا احمقانہ فیصلہ

امریکا نے افغانستان پر حملہ کرنے سے قبل اپنے غرور اور تکبر کو یکجا کرتے ہوئے کہا تھا کہ "افغانستان کو تین مہینے میں طالبان سے خالی کرالیں گے اور مکمل افغانستان کو فتح کریں گے" تاریخی شواہد بتلا رہے ہیں کہ ان کا یہ دعوی بس خواہش ہی رہا جسے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا جاسکا۔ اس خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے میں پینٹا گون کی وہ ناکام پالیسیاں کارفرما ہیں جو وہ پچھلے 17 سالوں سے عملی ہونے کی نیت بنا رہے ہیں لیکن وہ عملی نہیں ہورہے۔ یہ پالیسیاں خلاف فطرت اور یہاں کے عوام کی امنگوں کے برعکس ہیں اس لیے اسے عملی ہونے میں سب سے بڑا مزاحم یہاں کے حالات اور مخصوص افغانی کلچر ہے۔ انہی ناکام پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ افغانستان میں اب تک امریکی افواج کی ہلاکتوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور کھربوں ڈالر ضائع کرنا اس کے علاوہ ہے مگر منزل ہے کہ ہنوز بعید بلکہ یوں کہہ لیجیے کہ دن بہ دن بعید تر ہوتا جارہا ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ تیسرے صدر ہیں جو انہی پالیسیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے راگ الاپ رہے ہیں مگر مزے کی بات یہ ہے کہ دہشت گردی کی کوئی تعبیر اور تعریف ہی متعین نہیں ہے ایسے میں جنگ جیتنا تو درکنار، جیتنے کی خواہش بھی عبث اور بے کار ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود امریکی حکام بھی اب اس اعتراف پر مجبور ہیں بلکہ کئی دفعہ یہی اعتراف کرچکے ہیں کہ امریکہ افغانستان میں ناکام ہیں۔

جنرل نیکلسن جو افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ ہیں۔ وہ ببانگ دہل کہتے ہیں کہ افغانستان میں امریکی افواج کی اتنی بڑی تعداد ہماری خواہش کے خلاف ہے اتنی تعداد میں ہونے کے باوجود وہ روز بروز روبہ زوال ہے اور طالبان فتح حاصل کررہے ہیں جو نہایت تشویشناک ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ کامیابی تو درکنار ہم نے بڑے شہروں میں بھی حکومتی رٹ قائم نہیں کیا۔

ایک وقت تھا کہ افغانستان میں امریکی افواج کی تعداد 50 لاکھ تھی پھر بھی طالبان پر فتح حاصل نہیں کیا جاسکا اور 30 ہزار کی منظم فوج سے ہلمند کی ضلع مارجہ طالبان نے نہایت کمال جنگی بہادری اور کامیاب جنگی حکمت عملی کے ذریعے چھڑالیا اور اتحادی دیکھتے ہی رہ گئے۔

اس سارے پس منظر میں حقیقت پر مبنی فیصلہ یہی تھا کہ افغانستان سے اپنے بوریا بستر گول کر کے افغانستان کو افغانوں پر چھوڑدیتے اور مزید اپنے فوجی اور اسلحہ جات آگ سے بچالیتے، لیکن امریکہ کی تازہ فیصلوں سے یہی ثابت ہورہا ہے کہ انہوں نے ماضی سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا مزید بھی حماقت پر مبنی فیصلے کرتے ہیں۔

صدر ٹرمپ نے افغانستان کے لیے مزید 4 ہزار فوجی بھیجنے کا جو تازہ فیصلہ کیا ہے وہ انہی حماقتوں کا تسلسل ہے جو وہ پہلے بھی کرچکے ہیں لیکن انجام کار بھی وہی ہوگا جو ماضی میں ہوا۔ ان شاء اللہ

وائٹ ہاوس کے ایک اعلی آفیسر نے میڈیا کو بتایا کہ یہ افواج جلد از جلد افغانستان پہنچ جائیں گے جس کا ایک بڑا حصہ افغان فورسز کو ٹریننگ دینے اور ان کے ساتھ تعاون پر مامور ہوگی جبکہ ایک معمولی حصہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں حصہ لے گی۔

ہمیں یقین ہے کہ فوجی کارروائیوں کا جو پس منظر ہم نے اوپر بیان کیا جس کا نتیجہ سوائے بربادی و تباہی کے کچھ نہ اس فیصلے کا بھی وہی حشر ہوگا ناکامی امریکہ اور اتحادیوں کی مقدر ہوگی جبکہ افغان عوام اور مجاہدین سرخرو اور کامیاب وکامران ہوں گے۔

ان شاء اللہ العزیز

ملا محمود

جہاد اور جدید ذہن

سوشل میڈیا پر مختلف ذہنیت کے لوگ ایک دوسرے کے خیالات، نظریات اور افکار سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ایک سوال کرتا ہے تو سینکڑوں کی تعداد میں کمینٹس کی صورت میں جواب در جواب اور پھر اس پر سوال در سوال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری رہتاہے۔ سچ یہ ہے کہ یہاں اہل مذہب اور سیکولر و لبرل خیالات کے حامل لوگوں کے درمیان مناقشات، تنازعات اور مناظرانہ ماحول میں سوالات کا تبادلہ ہوتا ہے۔ کچھ ہیں جو سنجیدہ علمی ماحول اور علمی انداز میں سوال کرتے ہیں جن کا مقصد تنقید برائے تعمیر ہوا کرتا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں کو روایتی اضطراب چین کے ساتھ نہیں بیٹھنے دیتے وہ کبھی تو اسلام اور اسلامی تعلیمات پر طنز کے تیر چلاتے ہیں تو کبھی ان میں شکوک پیدا کر کے اپنے لیے بدترین توشہ آخرت تیار کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عام طور مغرب زدہ ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں اور مغرب سے اس حد تک مرعوب ہوتے ہیں کہ مغرب کی نقالی کرتے ہوئے نہ انہیں مشرقی روایات کا پاس ہوتا ہے اور نہ ہی اسلامی تعلیمات کی کوئی فکر، بس جدید کی فکر میں تمام حدود عبور کرتے ہوئے نہ شرم ان کا راستہ روکتی ہے اور نہ ہی حیا مزاحم ہوتی ہے۔ سچ فرما گیے رسالت مآب ﷺ کہ جس کی آنکھوں سے حیاء رخصت ہوئی پھر وہ جو چاہے کرلیں، نہ کسی برے کام پر دل گرفتہ ہوگا اور نہ ہی کسی مردود فکر کی شناعت دل ودماغ میں ہوگی۔

ان مغرب زدہ لوگوں کے اعتراضات دیگر اسلامی احکامات کی طرح جہاد پر بھی ہوتے ہیں، جہاد ایک مقدس اسلامی فریضہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق قیامت تک جاری رہے گا۔ ان حضرات نے جہاد کو بھی مختلف قوموں اور ریاستوں کے درمیان عام جنگوں اور خونریز لڑائیوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جس کے نتیجے میں خونریزی و بربادی کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ حالانکہ جہاد کا مقصد اولیں اعلی کلمۃ الحق کے بعد دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا ہے، جس کے مبارک ثمرات یہ ہوں گے کہ کوئی غاصب قوت ناجائز طریقے سے کسی دوسری قوم پر شب خون نہیں مار سکے گا اور نہ ہی ان کی مذہبی معاملات میں مداخلت کی جرات کر سکے گا۔ مظلوم سر اٹھا کر چلنے کے قابل ہوگا اور ظالم کو اپنے کیے کی سزا مل جائے گی۔ تمام مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذاہب کی عبادات خوش اسلوبی سے سرانجام دیں گے نہ انہیں کسی غاصب کی ڈر ہوگی اور نہ ہی ریاستی جبر کا سامنا ہوگا جو ان کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کریں۔ یہ باتیں محض مسلمان ہونے کے ناطے جہاد سے عقیدت کی بنا پر نہیں کہی جاتیں بلکہ جہاد کی مشروعیت کے بعد اس کے بہترین ثمرات دنیا نے دیکھے اور پھر خلفائے راشدین کے دور میں اسی مقدس اسلامی فریضے کی وجہ سے دنیا امن کا گہوارہ بنا رہا۔ برصغیر میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ دور حکومت اور ماضی قریب میں افغانستان میں اسلامی امارت کی مثالی امن اسی جہاد ہی کے ثمرات تھے جسے دنیا نے بجائے اس کے کہ مجاہدین کے اقدامات کو رول ماڈل بنا کر اپنے اپنے ممالک میں نافذ العمل کرتے لیکن انہوں نے لاؤ ولشکر سمیت آکر افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ لیکن آج الحمد للہ مجاہدین ترقی کر رہے ہیں اور اتحادی اپنے سازوسامان سمیت پسپا ہو رہے ہیں۔ فللہ الحمد علی ذلک

جہاں جہاں مسلمانوں نے جہاد کی برکت سے اصلاحات کیں تو اس کے نتیجے میں وہاں صرف امن ہی نہیں آیا بلکہ مسلمانوں کی وہ ریاستیں مضبوط معاشی قوت بھی بن کر ابھری تھیں اور حد تو یہ ہے کہ اسلام کے ان راہنما اصولوں سے آج کی متمدن دنیا بھی راہنمائی حاصل کر رہی ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ سنجیدہ علمی ماحول اور علمی انداز میں جہاد کے مقاصد پر گفتگو ہو اور پھر ان مقاصد کو دنیا کے سامنے پیش کریں تاکہ جہاد سے متعلق جدید ذہن کے شبہات کا ازالہ ہو۔ اللہ تعالی ہمارا حامی وناصر ہو۔

شہید زوی

ریاستی نظام میں ترکی کا مستقبل

14 اپریل 2017 ترکی کی ایک تاریخ کا ایک اہم دن تھا۔ اس روز ترکی کے 85 فیصد شہری ترکی کی آئین میں تبدیلی کے حوالے سے مثبت یا منفی رائے دینے کے لیے باہر نکلے۔ اس ہونے والے ریفرنڈم میں اکثر لوگوں پارلیمانی نظام کو تبدیل کرنے کے حق میں ووٹ کا استعمال کیا۔ اس ریفرنڈم میں ترکی کے لوگوں نے ایک بار پھر دنیا کے سامنے یہ واضح کر دیا کہ ترکی کے موجودہ صدر ہی ان کے رہنما اور قائد ہیں۔

93 سال قبل جب مصطفیٰ کمال کی خلافت گر گئی اور اتاترک کے سیکولر ترکی کی بنیاد رکھ دی گئی تو 93 سالوں میں ترکی میں 45 حکومتیں قائم ہوئی ہیں۔ جن میں سے عدنان میندریس کے پہلے دورانیے، ترگت اوال اور طیب اردگان کی حکومتوں کے علاوہ ہر حکومت کو فوج نے گرایا اور اسے اپنی قانونی مدت پوری کرنے نہیں دی۔ ان سالوں کو اگر حکومتوں پر تقسیم کیا جائے تو ہر حکومت کی مدت 17 مہینے بنتی ہے۔ اور اگر مذکورہ شخصیات کی حکومتوں کی مدت نکال دی جائے تو پھر ہر حکومت کو ایک سال سے بھی کم عرصہ ملتا ہے۔ اسی طرح آئین میں تبدیلی لانے کے لیے بہت سے حکمرانوں نے کوششیں کیں، 1961 اور 1982 میں اس کے لیے سروے بھی کیا گیا مگر کسی کو بھی اس میں کامیابی نہیں ملی۔ ایسے ترکی میں جس میں گذشتہ 14 سال سے ترک عوام نے طیب اردگان کو اپنا سربراہ منتخب کر لیا ہے۔ تو مسلسل اپنی حکومتوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے اور آئین میں ترمیم کے لیے ریفرنڈم میں کامیابی طیب اردگان کے لیے بڑی کامیابی ہے۔ اور یہ بات بجا ہے کہ اس ریفرنڈم نے ان کی کامیابیوں پر تصدیق کی ایک اور مہر ثبت کر دی ہے۔

یہ رائے شماری اس لیے زیادہ اہم تھی کہ اس میں صرف ترکی کی آئندہ حکومت کے متعلق فیصلہ نہیں کیا جا رہا تھا بلکہ یہ ترکی کے آئین میں بنیادی تبدیلی کے حوالے سے کی جا رہی تھی۔

طیب اردگان چاہتا تھا کہ ترکی کا آئندہ نظام پارلمانی نہیں بلکہ ریاستی ہو، اس رائے شماری میں صرف یہی سوال کیا گیا تھا کہ کیا آپ کو ریاستی نظام چاہیے؟ ہاں یا نا میں اس کا جواب دیا جانا تھا۔

اپنے عوام کی حمایت اور ملک میں سیاسی نظام کے مضبوط کرنے کے بعد طیب اردگان نے بھی مغرب کے مقابلے میں واضح اور معقول رد عمل کا اظہار کیا ہے۔ طیب اردگان کا کہنا ہے: ایک اور ریفرنڈم کے ذریعے عوامی رائے معلوم کرنے کے بعد ہم یورپ میں شامل ہونے کے حوالے سے یورپ سے مذاکرات ایجنڈے کے لیے مدد کریں گے۔

ترکی میں ووٹ کی اہلیت رکھنے والے افراد کی تعداد تقریباً 55 ملین تک ہے جن میں سے 85 فیصد افراد نے اپنا ووٹ کاسٹ کیا۔ کاسٹ ہونے والے ووٹوں میں سے 51 فیصد نے تبدیلی کے حق میں اور 48 فیصد نے اس کے خلاف ووٹ دیا۔ اس قانون کی منظوری کے بعد طیب اردگان دو مرتبہ صدارتی الیکشن لڑنے کے اہل ہوں گے اور منتخب ہونے کی صورت میں 2029 تک ترکی کے صدر رہ سکیں گے۔

باوجود اس کے کہ بہت سے یورپی ممالک کی جانب سے طیب اردگان پر تنقید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس طرح طیب اردگان کے دور اقتدار میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔ اور وہ ڈیکٹیٹر صدر بن جائیں گے۔ مگر امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے اس کامیابی پر انہیں مبارکباد پیش کی ہے۔ امریکی صدر کی مبارک باد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بظاہر امریکا کے لیے ترکی کا صدارتی نظام قابل قبول ہے۔ اور یہ ان کے درمیان اختلاف کا باعث نہیں ہو گا۔

یاد رہے کہ ترکی ناٹو کا حصہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف امریکا اور یورپ کا اہم اتحادی ہے بلکہ سرد جنگ سے اب تک روس کے خلاف یورپ کا قلعہ سمجھا جاتا تھا مگر اب ترکی اور یورپ کے تعلقات بہت حد تک اعتماد اور اعتبار سے خالی نظر آتے ہیں۔

اور یہ سوال کہ ریاستی نظام سے ترکی یا طیب اردگان کو کیا فائدہ ہوگا؟ اس کا جواب سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ترکی کے حالات کا طائرانہ جائزہ لیا جائے

2003 میں جب طیب اردگان نے ترکی کا اقتدار سنبھالا اس وقت ترکی ہر لحاظ سے تنزلی کا شکار تھا۔ ترکی اسلامی دنیا سے دور تھا اور مغرب اسے اپنے قریب نہیں آنے دے رہا تھا۔ ملک میں بدامنی اور حکومت میں کرپشن اپنے عروج پر تھا۔ ترکی کے اقتصادی حالات انتہائی خراب تھے۔ ترکی کی معیشت بیرونی اور اندرونی قرضوں میں دبی ہوئی تھی۔ ملک میں بے روزگاری اور مہنگائی اپنے عروج پر تھی۔

طیب اردگان نے اپنے دور اقتدار کے پہلے دورانیے میں اپنی ساری توجہ کرپشن کے خاتمے، امن کے قیام اور اقتصادی اصلاحات کے قیام پر مرکوز رکھی۔ تیز اقتصادی ترقی کی جانب ترکی کو چلانے کے لیے بہت سی کوششیں کیں جس کے نتیجے میں آئی ایم ایف سمیت تمام قرضے وقت سے پہلے ادا کر دیے گئے۔ بے روزگاری کا خاتمہ ہو گیا، مہنگائی کا خاتمہ ہو گیا اور ترکی بیرونی سرمایہ کاروں کے لیے ایک بہترین مرکز بن گیا۔ اور وہ وقت بھی آیا جب ترکی پوری اسلامی دنیا کی سب سے بڑی معاشی قوت بن گیا۔ یورپ کے کئی ممالک کے مقابلے میں اس کی معیشت درست ہو گئی اس لیے جب پوری دنیا اقتصادی مسائل کا شکار تھی ترکی کسی بھی اقتصادی مشکلات کا شکار نہیں ہوا۔

اردگان کی تعلیم و تربیت، تجارت، صنعت، زراعت اور تعمیر نو کے حوالے سے مثبت اقدامات کی فہرست انتہائی طویل ہے۔ چونکہ ہم پہلے اس کا ذکر کر چکے ہیں اس لیے ان کا دوبارہ تذکرہ ضروری نہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اردگان نے عوامی حکومت کو مضبوط بنایا اور سیاست میں فوج کی مداخلت کے تمام دروازے بند کر ڈالے جو نئی ترکی کی بنیاد ڈالنے والے کمال اتاترک کے دور سے قانون کی حفاظت کی حیثیت رکھتے تھے اور جن کے ذریعہ فوج نے کئی بار جمہوری حکومتوں کو گرایا تھا۔

محترم قارئین کے علم میں ہوگا کہ شام کسی دور میں عثمانی خلافت کی ایک ریاست تھی۔ مشہور برطانوی جنگجو رہنما لارنس آف عربیہ کی فوج اور ترکوں کے درمیان دمشق کی شدید لڑائی کے بعد ترکوں کو دمشق میں شکست ہوگئی اور اس طرح عرب دنیا میں عثمانی خلافت کی شمع گل ہوگئی۔ اس لیے نئی ترکی کے قیام سے طیب اردگان کی حکومت تک عربوں اور ترکوں کے حالات سخت کشیدہ رہے۔ دمشق میں لگنے والی زخموں کو بھولنے کے لیے ترکی تیار نہیں تھا اس لیے ترکی عربوں کے مقابلے میں اسرائیل سے بہتر سفارتی تعلقات قائم رکھتا تھا۔

> پارلیمنٹ میں اب ہر طرح کی سیاسی سوئے بازی خاتمہ کر دیا جائے گا اور پارلمنٹ کی ساری توجہ عوام کی خدمت پر ہوگی۔ پارلیمنٹ کو اب صدر، ان کے نائبین اور وزراء کے احتساب کا قانونی حق ہوگا۔ اور احتساب کے اعلان کے بعد صدر کو پارلیمنٹ تحلیل کرنے اور نئے الیکشن کا اعلان کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ اگر انتہائی مجبوری میں صدر پارلیمنٹ تحلیل کرنا چاہے تو ساتھ ہی انتخابات کا اعلان بھی کرے گا یعنی پارلیمنٹ کی تحلیل کے ساتھ ہی صدر کا جانا بھی یقینی ہوگا۔ اور پارلیمنٹ کے ارکان کے ساتھ ہی صدر کا انتخاب بھی عوام کی ووٹ سے کیا جائے گا۔

مگر اقتدار تک پہنچتے ہی اردگان نے ایسے اقدامات کیے جس سے ترکوں اور عربوں کے درمیان نفرت بہت تیزی سے کم ہونے لگی اور وہ وقت بہت جلد آگیا جب ترکی عربوں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا اور فلسطین سمیت تقریباً تمام مسائل میں یک زبان ہو گئے۔ مگر بدقسمتی سے 2011 میں شام میں ایک نئی خانہ جنگی شروع ہوگئی اور ترکی پر آزمائش کا ایک نیا دروازہ کھل گیا۔

تین ملین شامی مہاجرین نے ترکی میں پناہ لے لی ہے، ان کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ داری ترکی نے لے لی جس کی وجہ سے ترکی کی معیشت ایک حد تک دباو کا شکار ہوگئی۔ مگر یہ ترکی کے لیے قابل تشویش نہیں ہے۔ قابل تشویش بات ان کردوں کا اٹھنا ہے جو ترکی شام اور عراق میں رہ رہے ہیں اور یہ سب ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

مسلسل کوششوں کے بعد طیب اردگان نے ترک کردوں کو مذاکرات پر راضی اور حکومت میں شامل کر لیا تھا مگر شام کا مسئلہ اٹھنے کے بعد انہوں نے اپنا پرانا مطالبہ پھر سے دہرانا شروع کر دیا ہے اور ترک حکومت کے خلاف مسلح جنگ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ترکی کرد بغاوت کو کچلنے میں بہت مشکلات کا شکار ہے۔

ترکی کے لیے ایک اور بڑی آزمائش یہ ہے کہ شام کی خانہ جنگی میں مشرق وسطی تقسیم کا شکار ہو گیا ہے۔ ایران بلا قید و شرط بشارالاسد کی حمایت کر رہا ہے اور بشار کی فوج کے شانہ بشانہ لڑنے کے لیے اپنی فوج اور ملیشیا شام بھیجی ہے۔ بشار الاسد کے مقابلے میں اٹھنے والے لوگوں کی پشت پر عرب دنیا کھڑی ہو گئی، یہ ترکی کے لیے بڑا امتحان تھا۔ کیوں کہ ایران اگرچہ ایک ملک ہے اور دوسری طرف پوری عرب دنیا ہے مگر ایران خطے کا انتہائی اہم ملک ہے اس لیے اسے نظر انداز کرنا انتہائی مشکل فیصلہ تھا۔ مگر ترکی نے جرات کی اور ایران کو نظر انداز کر کے عربوں کا ساتھ دیا۔

چند ماہ قبل طیب اردگان حکومت کے خلاف ہونے والی ناکام فوجی بغاوت کے پیچھے امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی دست اندازی کا پتہ چلا اور اس کے ساتھ ساتھ روس کا ترکی کے ساتھ پرخلوص رویہ بھی سامنے آیا جس کی وجہ سے ترکی اور روس ایک دوسرے کے بہت قریب ہو گئے۔ اس سے ترکی ایک اور مشکل میں مبتلا ہو گیا۔ کیوں کہ روس بھی بشارالاسد کی بقا کے لیے مخالفین کے خلاف فضائی فوج استعمال کر رہا ہے اور شدید بھاری بموں کے حملے کر رہا ہے۔

مختصر یہ کہ اگرچہ طیب اردگان کی حکومت ترکی میں ایک بے مثال حکومت ہے مگر یہی کامیاب حکومت کچھ ایسی چیلنجوں کا شکار ہے جس سے نکلنا آسان نہیں۔

طیب اردگان کے خلاف انہیں مشکلات کے باعث گذشتہ سال 2016 جولائی میں ان کے خلاف فوجی بغاوت ہوئی جو خوش قسمتی سے ناکام ہو گئی۔ طیب اردگان کے مطالبے پر ترک عوام نکلے اور ٹینکوں کے سامنے سڑکوں پر لیٹ گئے، اور بغاوت کو ناکام بنایا۔ بغاوت فوج نے کی مگر طیب اردگان کا کہنا تھا کہ اس کے پیچھے ہاتھ فتح اللہ گولن کا ہے جو امریکی ریاست پنسلوانیا میں خود ساختہ جلاوطنی کے دن گذار رہا ہے۔ اس لیے فوج کے ساتھ ساتھ عدلیہ، تعلیم اور دیگر شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور انہیں سزا دی گئی۔

اس بغاوت کی ناکامی کے بعد طیب اردگان نے کہا تھا کہ انہیں تمام مشکلات کا اندازہ ہے۔ اور انہیں معلوم ہے اس طرح کے حالات سے نکلنے کے لیے ترکی میں ایک مضبوط انتظامیہ کی موجودگی ضروری ہے اور مضبوط حکومت کا تعلق مضبوط صدر سے ہے۔

اردگان کا کہنا ہے کہ صحیح وقت اور صحیح موقع پر فیصلہ اور بحرانی حالات سے نکلنے کا کام ایک مضبوط صدر ہی کر سکتا ہے۔ اور مضبوط صدر کی موجودگی میں اور بھی مضبوط اور ترقی یافتہ ترکی ہمیں ملے گا۔

پارلیمنٹ ممبران اور صدارت کاری کا دور جو پہلے 4 سال تھا اب صدارتی نظام کے مطابق 5 سال ہو گا۔ اور ایک فرد صرف 2 مرتبہ ہی صدر بن سکے گا۔ وزیر اعظم کا عہدہ ختم کر دیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ ایک یا دو معاونین کا تقرر کیا جائے گا۔ وزراء، گورنرز اور اعلی حکام کی معزولی اور تقرر کا سارا اختیار صدر کے پاس ہو گا، ایمرجنسی حالات کا اعلان صدر کی جانب سے ہو گا۔ اور صدر کو عدالت عظمی اور اٹارنی جنرل ہاوس کی کارروائی کی نگرانی کا پورا اختیار ہو گا۔

> اردگان کے مخالفین نے الزام لگایا ہے کہ طیب اردگان اس طرح سے خود کو ترکی کا ڈکٹیٹر بنانا چاہتا ہے مگر طیب اردگان نے الزامات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ڈکٹیٹر طاقت کے ذریعے آتے ہیں عوامی رائے اور آزادانہ انتخابات کے ذریعے نہیں آتے۔ اردگان نے کہا کہ میں ایک فانی انسان ہوں مجھے اپنے آئندہ کے متعلق کچھ علم نہیں، میں ہمیشہ دنیا میں نہیں رہوں گا اور نہ ہی ہمیشہ ترکی کا حاکم رہوں گا۔ ہمارا مقصد دائمی اصلاحات ہیں نہ کہ دائمی اقتدار۔

پارلیمنٹ کے اراکین کی تعداد 550 سے 600 کر دی گئی، یہ اس لیے تاکہ حلقہ انتخاب چھوٹا ہو اور عوامی مسائل کے حل میں انہیں آسانی ہو۔

پارلیمنٹ میں اب ہر طرح کی سیاسی سودے بازی خاتمہ کر دیا جائے گا اور پارلمنٹ کی ساری توجہ عوام کی خدمت پر ہو گی۔ پارلیمنٹ کو اب صدر، ان کے نائبین اور وزراء کے احتساب کا قانونی حق ہو گا۔ اور احتساب کے اعلان کے بعد صدر کو پارلیمنٹ تحلیل کرنے اور نئے الیکشن کا اعلان کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا۔ اگر انتہائی مجبوری میں صدر پارلیمنٹ تحلیل کرنا چاہے تو ساتھ ہی انتخابات کا اعلان بھی کرے گا، یعنی پارلیمنٹ کی تحلیل کے ساتھ ہی صدر کا جانا بھی یقینی ہو گا۔ اور پارلیمنٹ کے ارکان کے ساتھ ہی صدر کا انتخاب بھی عوام کی ووٹ سے کیا جائے گا۔

اس نئی ترمیم میں فوجی عدالتوں کا بھی خاتمہ کیا جا رہا ہے اور صرف جنگی حالات میں ان عدالتوں کی موجودگی کو قانونی سمجھا جائے گا۔

آئین میں حالیہ تبدیلی کے حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ یہ ترمیم 18

مادوں میں آئی ہے مگر ان 18 مادوں میں سے 16 مادے آئندہ انتخابات کے بعد نافذ العمل ہو گا، صرف 2 مادے ہی اب نافذ العمل ہوں گے۔ ایک یہ کہ صدر جس پارٹی کا رکن ہونا چاہے اس کا رکن رہ سکتا ہے۔ یعنی یہ منافقت اب ختم ہو گی کہ انتخابات سے قبل ایک پارٹی سے صدر منتخب ہو جائے اور انتخاب جیتتے ہی اعلان کردے کہ میرا کسی پارٹی سے تعلق نہیں ہے۔ اس ترمیم کے بعد طیب اردگان اپنی پارٹی کا رکن بھی بن سکتا ہے اور اپنی پارٹی کا سربراہ بھی رہ سکتا ہے۔

دوسرا مادہ جو ابھی نافذ العمل ہو گا اس کا تعلق ججوں کے تقرر سے ہے۔ اب بھی ججوں کا تقرر صدر کی منظوری کے بعد ہوتا ہے مگر اس کے بعد 10 بڑے ججز میں سے 4 کا تقرر صدر کی مرضی ہو گا۔

ترکی ایشیا اور یورپ میں واقع ہے۔ اس کا ایک اہم شہر استنبول مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے لیے تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ مسلمان استنبول کی فتح کو اسلام کی فتح اور کامیابی سمجھتے ہیں اور عیسائی استنبول کے سقوط کو اپنی تاریخ کا سیاہ ترین باب سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ اس کے نتیجے میں ان کی بازنطینی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا تھا اور خلافت عثمانیہ کا دور عروج شروع ہو گیا تھا۔ عروج کے اس دور میں آدھا یورپ عثمانی خلافت کے زیر نگین آگیا تھا اور بحیرہ روم جو یورپ کے ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا۔

یورپ کے رہنما اور دانشور آج تک اپنا یہ ماضی نہیں بھولے اور اپنے عوام کو بار بار اس کی یاد دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ عثمانی خلافت کے مقابلے میں فرانس، روس اور برطانیہ کا اتحاد بھی اسی تعصب کے نتیجے میں سامنے آگیا تھا۔

باوجود اس کے کہ یورپ دانشور حق پرستی کے بڑے دعوے کرتے ہیں مگر آج جب یہ لوگ ترکی کی ترقی اور معیشت کو دیکھتے ہیں تو انہیں ترک خلافت یاد آنے لگتی ہے۔ اور انہیں ترک صدر عثمانی خلیفہ نظر آنے لگتا ہے

مغرب کو فرانس اور امریکا کے صدارتی نظام میں جمہوریت تو نظر آتی ہے مگر ترکی کا صدارتی نظام انہیں خالص ڈیکٹیٹر شپ نظر آنے لگتا ہے اور اسے پوری دنیا کی جمہوریت کے لیے خطرہ قرار دیتے ہیں۔

مغرب کے لیے شام میں وہ بشار الاسد تو قابل برداشت ہے جس کے ہاتھوں 5 لاکھ انسانیت کا خون ہوا ہے جس کی وجہ سے 15 ملین سے زیادہ شہری ہجرت پر مجبور ہیں۔ مگر مغرب کو وہ طیب اردگان قابل قبول نہیں جو 4 بار مسلسل اپنے عوام کے انتخاب سے اپنے ملک کے سربراہ بن رہے ہیں۔

شام کے مسائل کے حوالے سے تمام یورپ اور امریکا نے جس مکاری کا مظاہرہ کیا وہ شرم اور ظلم سے بھرپور ہے۔ مغرب اور امریکا کے منصوبوں کے نتیجے میں نہ صرف شام بلکہ پوری عرب دنیا میں خانہ جنگی اور فرقہ وارانہ جنگیں شروع ہیں۔ جس نے پورے خطے کو شدید بدامنی کا شکار کر دیا ہے اور اس لگائی ہوئی آگ کے شعلے ترکی تک بھی پہنچ رہے ہیں۔

باوجود اس کے کہ ترکہ ناٹو کا رکن ہے مگر جب شام میں ترکی نے مدد مانگی تو امریکا اور یورپ کو جنگ سے اپنا دامن بچھانے کی پالیسی یاد آگئی، مگر اسی امریکا اور مغرب نے عراق میں اپنی جنگ جاری رکھی ہوئی ہے۔

طیب اردگان کی موجودہ ترکی کے خلاف یورپ نے اپنی دشمنی اتنی واضح کردی ہے کہ اب اس دشمنی میں مسلمہ بین الاقوامی اصول بھی پامال کر رہا ہے اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کر رہا۔

مغرب نے ترکی حکومت کے ارکان کو اس بات کی اجازت نہیں دی کہ یورپ میں موجود 4 لاکھ افراد سے رائے دہندگی کے حوالے بات چیت کرے۔ یہاں تک کہ ہالینڈ نے ترک وزیر خارجہ کے طیارے کو اپنے ملک میں اترنے کی اجازت تک نہیں دی۔ اور جب وہ زمینی راستے سے اس ملک میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی تو اپنے قونصل خانے سے 500 میٹر کے فاصلے پر روک دی گئیں اور انہیں واپس اپنے ملک ڈی پورٹ کر دیا گیا۔

اس کامیابی کے بعد تو یورپ نے بہت بڑا شور مچایا اور جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے یہ تک کہہ دیا کہ ہم ترکی کو یورپ کا حصہ نہیں بنائیں گے مگر اس حوالے سے ان سے مذاکرات جاری رکھیں گے۔

بے فائدہ مصروف رکھنے اور دھوکہ دینے کی یہ وہی پالیسی ہے جو فلسطین کے حوالے سے اسرائیل نے اپنائی ہے۔ اسرائیل کہتا ہے ہم آزاد فلسطینی ریاست کا وجود تسلیم نہیں کر سکتے مگر اس حوالے سے فلسطین سے مذاکرات جاری رہیں گے۔

اپنی عوام کی حمایت اور ملک میں سیاسی نظام کے مضبوط کرنے کے بعد طیب اردگان نے بھی مغرب کے مقابلے میں واضح اور معقول رد عمل کا اظہار کیا ہے۔

طیب اردگان کا کہنا ہے: ایک اور ریفرنڈم کے ذریعے عوامی رائے معلوم کرنے کے بعد ہم یورپ میں شامل ہونے کے حوالے سے یورپ سے مذاکرات ہمیشہ کے لیے

بند کر دیں گے۔

طیب اردگان کی اس دھمکی نے یورپ کو شدید پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے اور بہت سے دانشوروں نے ترکی کے حوالے سے اپنی جاری پالیسی کے حوالے سے انہیں تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

فرانس کے عالمی امور کے تعلقات کے ادارے کے سیکرٹری دیدیہ بیلن نے کہا ہے: یورپی اتحاد ایک سیاسی اتحاد ہے یہ کوئی مسیحی اتحاد نہیں ہے۔ تو یورپی اتحاد کے پارلیمنٹ سے ایسی خبروں کا آنا کہ "کہ ہمیں ترکی کو رکنیت نہیں دینی چاہیے یا ان سے مذکرات ختم کر دیں" یہ یورپ کے لیے تباہ کن ہو سکتی ہے۔ ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اب ترکی نہیں بلکہ یورپ ایک مریض کی طرح ہے تو طاقتور ترکی سے تعلقات منقطع کرنا ترکی کی بہت بڑی حماقت ہو گی۔

طیب اردگان نے یہ بھی کہا ہے کہ لوزان کے معاہدے پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ ان کا یہ بیان بہت اہمیت کا حامل ہے جس نے پورے یورپ کو لرزا کے رکھ دیا ہے۔

یاد رہے کہ 24 جولائی 1932 کو سوئس شہر لوزان میں تاریخ کا ایک بدترین معاہدہ سامنے آیا تھا جس کے مطابق عثمانی خلافت کا بہت بڑا ترکہ اغیار کے درمیان تقسیم کیا گیا۔

معاہدے کا ایک فریق ترکی اور دوسرا فریق برطانیہ، فرانس، اٹلی، جاپان اور یونان تھے۔ یہ معاہدہ جو 143 مادوں پر مشتمل تھا عملا یہ عثمانی خلافت کے خاتمے کا اعلان تھا اور یہ ترکی کو ان سرحدوں میں محدود کرنا تھا جس میں یہ آج موجود ہے۔ اہم سمندری علاقوں اور راستوں پر اس کا اقتدار ختم کر دیا گیا۔ باسفورس اور مرمرہ نام کے انتہائی اہم علاقے بلاعوض خالی چھوڑ دیے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس معاہدے میں یہ بھی تھا کہ ترکی آئندہ سو سال تک اپنے ملک میں تیل کی تلاش اور نکالنے کے لیے کسی قسم کا کوئی اقدام نہیں کرے گا۔

مغرب کی منافقت بھری اسی پالیسی کو دیکھتے ہوئے طیب اردگان کمزور اتحادی حکومتوں کی روک تھام، سیکیورٹی مسائل کے حل اور بیرونی اور بیرونی مداخلت کے خاتمے اور اپنے ملک کی ترقی کے لیے انہیں نظام بدلنے کی ضرورت پڑی۔ یورپ کو اس حقیقت کا اندازہ ہے مگر وہ اعتراف کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

اردگان کے مخالفین نے الزام لگایا ہے کہ طیب اردگان اس طرح سے خود کو ترکی کا ڈیکٹیٹر بنانا چاہتا ہے مگر طیب اردگان نے الزامات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ ڈیکٹیٹر طاقت کے ذریعے آتے ہیں عوامی رائے اور آزادانہ انتخابات کے ذریعے نہیں آتے۔ اردگان نے کہا کہ میں ایک فانی انسان ہوں مجھے اپنے آئندہ کے متعلق کچھ علم نہیں، میں ہمیشہ دنیا میں نہیں رہوں گا اور نہ ہی ہمیشہ ترکی کا حاکم رہوں گا۔ ہمارا مقصد دائمی اصلاحات ہیں نہ کہ دائمی اقتدار۔

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معترضین ابھی سے ہی اپنی آئندہ شکست کے معترف ہیں اور یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آئندہ 2019 کے انتخابات طیب اردگان ہی جیتے گا۔ اور 5 سال تک صدر رہیں گے۔ اور جیسے 2024 میں بھی وہی جیتیں گے اور اس طریقے سے 2029 تک وہ اقتدار میں رہیں گے۔

ترکی کے اندر اور عرب میڈیا میں ریفرنڈم کی کامیابی کے بعد یہ مقولہ بہت مشہور ہو گیا کہ اتاترک 79 سال قبل مرا تھا مگر اسے دفن ابھی کیا گیا ہے۔

دنیا بھر کے مسلمان ترکی کے جیسے اہم اسلامی ملک کے تمام مثبت پیش رفت پر خوش ہیں، مگر عثمانی خلافت کے دعویدار ترکی میں سیکولرازم کے پورے طرح خاتمے اور صحیح معنوں میں مسلمان ترکی چاہتے ہیں۔ طیب اردگان سے بھی انہیں اسی جانب قدم اٹھانے کی توقع ہے اور یہی ان کی اصل کامیابی ہے

ذوالکلام

جہاد اور عالمی جنگیں۔۔۔۔۔۔ایک تقابلی جائزہ

کیاجنگ مسائل کا حل ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو جدید ذہنوں کی طرف سے بارہا اور مختلف اسلوب کے ساتھ کیاجاتا ہے۔ اور اپنے اس سوال نما دعوے کی مضبوطی کے لیے کچھ رٹے رٹائے اشعار بھی سنادیتے ہیں کہ

جنگ تو خود ایک مسئلہ ہے جنگ کیامسائل کا حل دے گی۔
آگ اور خون آج بخشے گی، بھوک اور غربت کل دے گی۔

اس سوال سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ افغانستان سمیت دنیا بھر میں جاری اسلامی تحریکات کی جہادی سرگرمیاں ہی دنیا میں فساد اور بگاڑ کا اصل سبب ہے۔ ایسے لوگ ایک بہت بڑی غلط فہمی کے شکار ہیں انہوں نے جہاد کو بھی سامراجی جنگوں کی طرح ایک جنگ سمجھ رکھا ہے جس میں انہیں فساد ہی فساد نظر آتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے سامراجی جنگوں کا مقصد ہی خونریزی اور فساد ہوا کرتا ہے نہ کہ اصلاح۔ جبکہ پوری اسلامی تاریخ میں کہیں ایک بھی ایسے واقعے کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی کہ جہاد کے نتیجے میں وہاں فساد آیا ہو بلکہ وہاں امن وسکون اور چین آجاتا ہے وہاں حق دار کو حق پہنچ کر رہ جاتا ہے۔ ذیل میں جہاد اور اقوام عالم کے درمیان ہونے والی جنگوں کی تعداد پیش کیاجارہا ہے جس کے نتیجے میں ہونے والی اموات معلوم کر کے ایک حقیقت پسند انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ تباہی اور فساد کس کے نتیجے میں آیا جہاد یا پھر عالمی جنگوں میں؟

نبی کریم ﷺ کے مبارک دور میں جو جنگیں پیش آئیں ان میں دونوں طرف سے شہادتیں اور ہلاکتیں بہت ہی کم ہوئیں۔ چنانچہ غزوہ بدر میں 22 مسلمان شہید جبکہ 70 مخالفین ہلاک ہوئے۔

احد میں 70 مسلمان شہید اور 30 مخالفین ہلاک ہوئے۔ غزوہ خندق یا احزاب میں 6 مسلمان شہید اور 10 مخالفین ہلاک ہوئے۔ غزوہ خیبر میں 18 مسلمان شہید جبکہ 93 مخالفین ہلاک ہوئے۔ موتہ میں 12 مسلمان جبکہ کفار کی تعداد نامعلوم ہے۔ حنین میں 6 مسلمان شہید اور 71 کفار ہلاک ہوئے۔ محاصرہ طائف میں 13 مسلمان شہید جبکہ کفار کی تعداد نامعلوم ہے

ان سب کو جمع کر کے یہ تعداد بنتی ہے۔ مسلمان شہداء 243 جبکہ کفار 462 کی تعداد میں ہلاک ہوئے۔ اتنے کم اور معمولی نقصان پر اتنا عظیم انقلاب برپا ہوا جس کی روئے زمین پر کبھی چشم فلک نے نظارہ کیا اور نہ ہی انسان نے اس کا مشاہدہ کیا۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ ہو، جس میں تہذیب وتمدن کے دعویداروں کی جنگوں کے اعداد وشمار لکھے جائیں گے۔

1-1618ء سے 1665 تک تیس سال پر محیط جنگ جاری رہی، جس میں جرمنی، فرانس، آسٹریا اور سویڈن وغیرہ نے حصہ لیا۔ اس میں صرف جرمنی کے ایک کروڑ بیس لاکھ افراد مارے گیے۔

2-امریکی خانہ جنگی 1861 سے 1865 تک جاری رہی، اس مین ایک فریق شمالی ریاستیں اور دوسرا فریق جنوبی ریاستیں تھیں اور جنگ کا سبب غلامی کا مسئلہ تھا، اس میں تین لاکھ نفوس شمالی ریاستوں کے اور اور پانچ لاکھ جنوبی ریاستوں کے مارے گیے۔ چوہتر کروڑ پونڈ خرچ ہوئے۔

3- پہلی عالمی جنگ میں ایک کروڑ افراد مارے گیے اور دو کروڑ اپاہج ہوئے تھے، وہ زخمی اور لولے لنگڑے جو ہسپتالوں میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ پھر اسی جنگ سے انفلوئنزا شروع ہوا جس میں مزید ایک کروڑ افراد لقمہ اجل بنے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جنگ پر 80 ارب پونڈ خرچ ہوئے

4-دوسری عالمی جنگ میں ایک کروڑ آدمی مارے گیے جس میں ایک فریق کے شرکائے جنگ کی تعداد نامعلوم ہے مثلا چیکوسلواکیا، پولینڈ، روس، فن لینڈ، یوگوسلاویا، بلغاریہ، ناروے، ڈنمارک اور ہالینڈ وغیرہ۔

یہ ہیں قتل وقتال کے وہ اعداد وشمار جو تہذیب وتمدن کے دعویداروں نے اپنی جنگوں میں انسانی آبادی کو بطور تحفہ دیئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ جن مقاصد کے لیے یہ جنگیں لڑی گئیں ان میں سے ایک فیصد بھی حاصل نہیں ہوسکے جبکہ پیغمبر ﷺ کے جہاد کے نتیجے میں جو عظیم انقلاب برپا ہوا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ جہاد بھی ایک جنگ ہی ہے اور اس کے نتیجے میں بھی فساد آتا ہے جس طرح عالمی جنگوں کے نتیجے میں آتا ہے ایک خام خیالی تو ہوسکتی حقیقت ہرگز نہیں۔

افغانستان سے متعلق غاصبین کا متزلزل موقف

سید شریف

امریکہ کی سربراہی میں غاصب اتحادی افواج کی افغانستان سے متعلق کوئی واضح پالیسی اور موقف نہیں ہے، مثلاً پہلے وہ کہتے رہے کہ 2014 کے آخر تک تمام افواج افغانستان سے نکال دیں گے، پھر کہا 2016 یا 2017 کے آخر تک فوجیں موجود رہیں گی۔ تعداد سے متعلق بھی کبھی کچھ تو کچھ کہتے رہتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ 2017 تک دس، آٹھ یا پانچ ہزار فوجیں موجود رہیں گی۔ کابل حکومت کے ساتھ تکنیکی اور جنگی حوالے سے معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتے، مختلف بہانوں کے ذریعے کابل حکومت کے حکام کو ورغلاتے ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ہی بھول جاتے ہیں۔ اسی طرح اقتصادی میدان میں افغان حکومت کے ساتھ جو وعدے کیے ہیں کبھی انہیں قرض کہہ کر دیئے جاتے ہیں کبھی مشروط تو کبھی مکمل انکار کر جاتے ہیں۔ صلح کے میدان میں بھی موقف اتنا متزلزل ہے کہ ابھی تک نہ غاصب افواج اور نہ کابل حکومت کی کوئی منظم پالیسی اور اسٹریٹجی موجود ہے اور نہ ہی ان کے کردار و عمل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ واقعتاً صلح کے لیے سنجیدہ ہیں۔ غاصبین افغانستان سے متعلق ایک دوسرے کے برعکس بیانات دیتے ہیں، بعض سینیٹرز اور سرکاری حکام افغانستان سے اپنی افواج جلد از جلد نکال دینا چاہتی ہیں، بعض افغانستان کو کلیتاً چھوڑ دینے کے حق میں ہیں جبکہ بعض کا موقف یہ ہے کہ افواج کلی طور پر نکالے جائیں اور کابل حکومت کے ساتھ اسلحہ اور مالی مدد جاری رکھی جائے۔

افغانستان میں امریکی افواج کے سربراہ جنرل نیکلسن نے نے وائٹ ہاؤس سے مزید افواج بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے، اس حال میں کہ افغانستان میں موجود امریکی افواج واپس آنے کے حق میں ہیں اور حکام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ امریکی تاریخ کا طویل ترین جنگ کا اب خاتمہ ہونا چاہیے اور امریکہ کے لیے مزید تابوت نہ لائے جائیں۔

یہاں امریکی حکومت کے حوالے سے ایک وضاحت ضروری ہے: ظاہر اتو امریکی حکومت کا جمہوری رخ نمایاں ہے لیکن در حقیقت امریکہ کی پالیسیاں چند لیڈروں کی ذاتی مفادات کے گرد گھوم رہے ہیں ان میں بھی اکثر یہودی ہیں جو اسلام اور اسلامی دنیا کے ساتھ تاریخی دشمنی رکھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا اقتصادی، سیاسی اور امن وامان کے حوالے سے ہمیشہ کمزور ہو اور انتشار وافتراق کے ذریعے باہم دست وگریباں ہو تا کہ وہ کھل کر اپنا کھیل کھیل سکے۔ جس امر سے متعلق کوئی پلان اور اسٹریٹجی نہ ہو دانشوروں کے نزدیک وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ترجیحی بنیادوں پر مہم اور غیر مہم متعین نہیں ہوتے۔ گذشتہ ڈیڑھ صدی میں غاصب افواج کی داخلی سطح پر مدد کے حوالے سے ان کی کافی ساری کوششیں رہیں کہ غاصب افواج مستقل بنیادوں رہیں اس حوالے سے ہمہ جہت کاوشیں کی گئیں لیکن ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا اور غاصب افواج کے خلاف اسلامی امارت روز بہ روز کامیابیاں سمیٹ رہی ہے۔

افغانستان میں غاصب افواج نے اپنے مفادات پورے ہوتے دیکھے اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے لیکن یہاں آکر ان کے جوش کو ہوش آیا لیکن اب بھی لگتا یہی ہے کہ وہ پوری طرح ہوش میں نہیں ہیں۔ افغانستان سے متعلق غاصب افواج کی متزلزل موقف افغان عوام کو یہ نوید سنا رہی ہے کہ موجودہ غاصبین کا حشر بھی وہی ہوگا جو ان کے پیشرؤوں چنگیز، گورگین، انگریز اور سویت یونین کا ہوا تھا، افغان عوام اس معرکے میں ایک بار پھر سرخرو ہوں گے۔

ان شاء اللہ

بشیر ارمان

جھگڑالو ٹرمپ کی جنگی پالیسی

گذشتہ بدھ کابل کے علاقے مذ نبق میں ایک زوردار دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں 100 سے زائد افراد ہلاک جبکہ 400 سے زیادہ زخمی ہوئے۔ اسلامی امارت کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے اس واقعے کے بعد میڈیا کو بتایا "اس کارروائی میں اسلامی امارت کے مجاہدین اور بالخصوص حقانی نیٹ ورک کا کوئی بھی شخص ملوث نہیں ہے نیز اسلامی امارت اس حملے کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے" لیکن کابل کی غلام انتظامیہ اور بین الاقوامی میڈیا نے حسب روایت اس حملے کی ذمہ داری طالبان اور بالخصوص حقانی نیٹ ورک (جس کا میڈیا کے علاوہ کہیں کوئی وجود ہی نہیں ہے) پر ڈال دی۔ حال یہ ہے کہ حقانی نیٹ ورک کے نام سے مجاہدین کی صفوں میں کوئی تنظیم، کوئی گروہ اور نہ ہی کوئی جماعت وجود رکھتی ہے۔ بس میڈیا کی جانب سے بارہا یہ لفظ اور اصطلاح سننے کو مل رہا ہے، جس کا واضح مقصد یہ ہے کہ مجاہدین کی صفوں میں پھوٹ ڈال کر مغرب کو یہ باور کرایا جائے کہ امریکہ کے مقابلے میں طالبان کئی ٹکڑوں میں بٹ گیے ہیں، لیکن یہ شاید اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے جو تواتر کے ساتھ بولا جارہا ہے۔

مملکت افغانستان کی عظیم ہستی مولانا جلال الدین حقانی اور ان کی اولاد تو خود اسلامی امارت کے ساتھ بیعت کرچکی ہے۔ موصوف نہ تو اسلامی امارت سے الگ کوئی حیثیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اس نام سے کوئی گروپ رکھتے ہیں لیکن پھر بھی کابل کی غلام انتظامیہ اور امریکی میڈیا اس نام کو تسلسل کے ساتھ زندہ کیے ہوئے ہیں۔ کن مقاصد کے لیے؟ بے شک مجاہدین کی صفوں میں مثالی وحدت ان کو ایک منٹ کے لیے نہیں بھاتا، اسی لیے ان کی کوشش رہتی ہے کہ امریکہ کو یہ ذہنیت دی جائے کہ افغانستان میں طالبان کے علاوہ بھی کئی گروپس سرگرم ہیں جو امریکہ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ حقانی نیٹ ورک کو طالبان کے مقابلے میں سخت گیر اور تند خو ثابت کرے تاکہ وہ اپنے غیر انسانی حرکتوں کو جواز فراہم کرسکے۔

مغرب اور اس کا میڈیا سفید جھوٹ بول رہا ہے، یہ جھوٹ بولتے ہوئے انہیں شرم آتی ہے اور نہ ہی حیا محسوس کرتے ہیں۔ یہ اسے بھی نہیں دیکھتے کہ حقانی صاحب خود اسلامی امارت کے تمام اصولوں کی پاسداری کرتے ہیں اور ان کے بیٹے خلیفہ سراج الدین حقانی اسلامی امارت میں امیر المؤمنین کے نائب ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بین الاقوامی میڈیا اور داخلی ایجنسیاں ان کی سربراہی میں حقانی نیٹ ورک نہیں بھولتے اور انہیں زندہ کیے ہوئے ہیں جو درحقیقت دشمن کی طالبان کے مثالی وحدت کے سامنے شکست کا ثبوت ہے۔ کابل کی غلام انتظامیہ کا تازہ دعوی بلادلیل اور خلاف حقیقت ہے۔ جب بھی کابل اور امریکی خفیہ ادارے شکست و ریخت سے دوچار ہوتے ہیں تو اپنی خفگی چھپانے کے لیے وہ طالبان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں۔ کبھی کسی ملک کے ادارے پر ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو کبھی کسی دوسرے ملک مورد الزام ٹھہراتے ہیں اگر ایسا ہی ہے تو پھر یہ غلام ادارہ کس مرض کی دوا ہے؟ پھر تو آپ زہر کھا کر ڈوب مرو اور علی الاعلان کہہ دیا جائے کہ فلاں اور فلاں ادارے سے مقابلے کی سکت نہیں ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ اس سب

پروپگنڈے کے پیچھے کچھ اور عزائم ہیں اور امریکہ چاہتا ہے کہ ملک میں قتل کا بازار گرم کرکے یہاں خوف کی فضا قائم کر دی جائے۔ عموما امریکہ اور ان کے اتحادی ان جیسے سازشوں کو طالبان کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ملک میں طالبان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچادیتے ہیں تاکہ عوام ان کی پشت پناہی چھوڑ دیں۔امریکہ جو پوری دنیامیں اس جیسے مجرمانہ حملوں کی بنیاد رکھنے والا ہے ٹرمپ کے صدر بننے کے بعد اس اسٹریٹجی میں تیزی لانے کا فیصلہ کیا ہے۔

تجزیہ نگاروں کے نزدیک امریکہ ایک طرف جنگ کے تسلسل میں غلام انتظامیہ کے مفادات کو اپنے ساتھ متصل رکھنا چاہتی ہے دوسری طرف امریکی عوام کو یہ ذہنیت دیتے ہیں کہ وہ امریکی مفادات کے خلاف لڑنے والوں کا پیچھا کررہے ہیں اور دنیا کے ہر کونے میں ان کو نشانہ بنائیں گے لیکن اس وحشیانہ پالیسی کی بدولت امریکیوں کو چیلنج کا سامنا ہے۔ وہ کسی بھی ملک آزادی کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتے۔لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں، مستقبل میں اگر امریکہ نے یہی پالیسی جاری رکھی تو اس کے خوفناک رد عمل ہوں گے۔

جی ہاں!حال ہی میں طالبان نے کافی سارے ممالک کو باور کرایا کہ وہ کسی بھی قوت کے لیے چیلنج اور خطرہ نہیں ہیں، جس کے سبب کئی ممالک کو اب یہ یقین ہو چلا ہے کہ طالبان اپنے دفاع میں حق بجانب اور کسی کے لیے چیلنج اور خطرہ نہیں ہیں۔ طالبان کی ان کاوشوں کی وجہ سے امریکہ کو ڈپلومیٹک میدان میں کافی سارے مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ امریکہ نہیں چاہتی کہ طالبان سے متعلق نرم گوشہ رکھا جائے۔

افغانستان کو سیکیورٹی رسک باور کرانے کے لیے امریکہ نے افغانستان میں ایک نئے جنگ کا آغاز کیا ہے جس کے لیے وہ بڑی تعداد میں لوگوں کا قتل عام کریں گے۔ اور اس کی ذمہ داری طالبان پر ڈال دیں گے تاکہ جن قوتوں کی طالبان سے متعلق سوچ اور فکر میں تبدیلی آئی اور وہ طالبان کو خطرہ نہیں سمجھتے انہیں باور کرائیں گے کہ طالبان اب بھی خطرہ ہے اور اپنے ملک کے عام عوام کو نشانہ بنارہے ہیں۔ اسلامی امارت بھی ان کے اس سازش پر نظر رکھے ہوئے اور وہ اس کوشش میں ہے کہ دنیا تک اپنا مثبت پیغام پہنچاکر امریکہ کے جنگی جرائم کو دنیا پر واضح کرے، یہی وجہ ہے کہ بہت ساری قوتوں نے طالبان کی جدوجہد کو جائز قرار دے کر انہیں افغانستان کے اصل اسٹیک ہولڈر کے طور پر تسلیم کرلیا۔ کیونکہ طالبان نے ہمیشہ اپنے ملک کے عوام سے متعلق محتاط اور نہایت نرم رویہ اختیار کیا ہے۔ قیادت کی جانب سے ماتحت عملہ کو غیر محتاط رویہ اختیار کرنے پر تنبیہ بلکہ کچھ کو قید بھی کیا گیا ہے۔بالخصوص اسلامی امارت کے موجودہ امیر (امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولانا ہبیت اللہ اخندزادہ) اس حوالے سے کافی حساس ہیں اور وہ ہمیشہ مجاہدین سے یہی فرماتے ہیں کہ عوامی مفادات کو کسی صورت ٹھیس نہ پہنچائی جائے۔ تو پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اسلامی امارت کے زیر نگیں علاقے میں اتنا خوفناک دھماکہ ہو جائے، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اس سے ظاہر ہے کہ دارالحکومت کابل میں حالیہ دھماکہ ٹرمپ کی جنگی پالیسی کا حصہ ہے، بعض تجزیہ نگاروں کے نزدیک یہ دھماکہ ٹینکر میں نہیں بلکہ فضائی حملہ تھا کیونکہ اگر ٹینکر میں دھماکہ کیا جاتا تو اس کی تباہی اطراف میں زیادہ پھیل جاتی جبکہ اس دھماکے نے ایک بہت ہی بڑا گھڑا کھودا، جس سے صاف ظاہر ہے کہ فضا سے میزائل فائر کیا گیا تھا۔

بعض تجزیہ نگاروں کے نزدیک امریکہ کی خواہش ہے کہ اس نوع کے حملوں سے ان لوگوں کو بھی چپ کرائے جو صلح اور مذاکرات کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور وہ بھی جنگ کو طول دینے پر آمادہ ہو۔اس حملے کے بعد امریکہ کی خواہش پر صدارتی حکم کے تحت بعض قیدیوں کی پھانسی سے یہ بات حقیقت ظاہر ہے کہ صلح کے کوششوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ کیونکہ پھانسی کے حکم کے بعد ممکن ہے طالبان میں انتقامی جذبہ بیدار ہو اور وہ امریکہ اور ان کے غلام انتظامیہ کو ترکی بہ ترکی جواب دیں۔

سعودی عرب کو امریکا کا بیچا ہوا اسلحہ

خبیر احمد

قبل اس کے کہ امریکی صدر ٹرمپ سعودی عرب کا دورہ کریں واشنگٹن نے سعودی عرب کے ساتھ 109.7 ارب ڈالر کا بے مثال عسکری معاہدہ کیا تھا ۔ انتظار کے مطابق مئی کی 21 کو امریکی صدر ٹرمپ سعودی بادشاہ ملک سلمان دونوں نے اس معاہدے پر دستخط کیے۔

معلومات کے مطابق امریکا اور سعودی کے حکمرانوں نے 19 دستاویزات پر دستخط کیے جن میں سے 8 مختلف اسلحوں کی خریداری کے حوالے سے تھیں۔ جن کی قیمت 12.5 ارب ڈالر بنتی ہے۔

یہ معاہدات جب امریکی وزارت دفاع اپنے اسلحہ کمپنیوں کو دے گی اور سعودی عرب سے پیسے وصول کر لیے جائیں گے تب سے یہ نافذ العمل ہوں گے۔

95 ارب ڈالر کے دیگر 34 تفاہم ناموں پر بھی دستخط ہو چکے ہیں جن کے مطابق امریکا سعودی عرب کے ضروری عسکری اور تجارتی ضروریات پوری کرے گا۔

اس عسکری قرار داد میں اتفاق کیا گیا ہے کہ امریکا سعودی عرب کو پیٹروویٹ اور تاڈ لیک ہیڈ مارٹن کے دفاعی میزائل دے گا۔

امریکا نے پیٹروویٹ میزائل بہت سے ممالک پر فروخت کیا ہے مگر ٹیڈ دفاعی سسٹم صرف متحدہ عرب امارات کو فروخت کیا ہے، سعودی دوسرا ملک ہے جس کو یہ سسٹم دیا جا رہا ہے۔

معلومات کے مطابق ٹیڈ وہ میزائل ہے جو بیلسٹک میزائل کا راستہ روکتا ہے اور اسے ناکارہ کرتا ہے، اسی طرح کہا جاتا ہے ٹیڈ ایٹم بم کی تباہی اور نقصانات کی سطح کم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

یہ میزائل امریکی کمپنی لاک ہیڈ مارٹن کی جانب سے 1987 میں ڈیزائن کیا گیا تھا۔ 1992 میں 689 ملین ڈالر کی لاگت سے امریکی دفاعی سسٹم کے حوالے کیا گیا۔

ٹیڈ کا وزن 900 کلو گرام ہے۔ 17 میٹر طویل اور 34 سینٹی میٹر ضخیم ہے۔ اور ایک سیکنڈ دو کلو میٹر کی رفتار سے چلتا ہے۔ اس طرح یہ میزائل 1000 کلو میٹر چلتا ہے۔ فضا میں اس کی بلندی 150 کلو میٹر تک ہے۔ اس کے ریڈار اس قدر جدید ہیں جو دشمن کے ہر طرح کے سیٹلائٹ نظام کو خاموش اور غافل کر دیتا ہے۔

حال ہی میں امریکا نے شمالی کوریا کی جانب سے ممکنہ خطرات کے باعث جنوبی کوریا کی سرحد پر ٹیڈ کے دس میزائل نصب کیے تھے۔ گذشتہ ماہ امریکا نے جنوبی کوریا پر دباو ڈالا کہ وہ ان نصب کردہ میزائلوں کی قیمت ایک ارب ڈالر امریکا کو ادا کر دے۔

امریکا اور چین کے تعلقات کی خرابی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ چین ٹیڈ میزائل کو امریکا کی جانب سے خطے کو اپنے کنٹرول میں لینے کی کوشش قرار دے رہا ہے مگر امریکا کا کہنا ہے کہ ٹیڈ صرف دفاعی مقاصد کے لیے ہے۔

سعودی عرب اور امریکا کے حالیہ فوجی قرارداد میں اگرچہ کچھ دستاویزات دفاعی میزائلوں کے بارے میں ہیں اور دیگر اسلحوں کی جزئیات واضح نہیں کی گئی ہیں مگر سعودی عرب کے کچھ ذرائع کا کہنا ہے کہ اس معاہدے میں مختلف قسم کے توپ خانے، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور طرح طرح کے اسلحے بھی شامل ہیں۔

سعودی عرب نے گذشتہ سترہ سالوں میں امریکا سے بہت سا اسلحہ اور جدید عسکری وسائل خریدے ہیں اور اس کی فوج خطے کی سطح پر سب سے مضبوط فوج سمجھی جاتی ہے مگر نئے امریکی معاہدات سے لگتا ہے کہ سعودی عرب فضائی زمینی اور بحری فوج کو یہ قوت حاصل ہو جائے گی کہ ہر طرح کے دفاعی سسٹم اور نگرانی کے اطلاعاتی وسائل سے خطے کے ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرے۔

نئے امریکی صدر کے طور پر ٹرمپ نے سعودی عرب کے ساتھ اپنا بڑا دفاعی معاہدہ سائن کیا ہے۔ اس سے قبل سوچا جا رہا تھا کہ ٹرمپ اسلامی ممالک کے ساتھ کسی قسم کے عسکری معاہدات نہیں کرے گا، کیوں کہ ایسا سوچا جا رہا تھا کہ ٹرمپ خطے اور دنیا بھر میں اسلامی ممالک کے حوالے سے ہر اس سلوک کو اہمیت دے گا جو اسرائیل کے لیے خطرات پیدا کرنے کا باعث نہ ہو۔

مگر سعودی عرب کے ساتھ ایران کے اتنے قریبی تعلقات سے واضح ہوتا ہے کہ امریکا کے لیے یہ بات قابل برداشت نہیں ہے کہ ایران کو عسکری اور سیاسی میدان میں اتنا موثر اور واضح دیکھیں کہ دن بدن اس کی پیش رفت میں اضافہ دیکھنے کو ملے۔

امریکا ایران کو نکیل ڈالنے کے ساتھ ساتھ چاہتا ہے کہ پہلے مرحلے میں اس ملک کو پڑوسیوں کے ساتھ جنگوں اور مسائل میں ڈال دے۔ اس کے پڑوسیوں کو ان وسائل سے مالامال کر دے جن سے ایران کو بہ آسانی ڈرایا جاسکے۔

دوسری طرف ٹرمپ اقتصادیات اور تجارت کو بھی بڑی اہمیت دیتا ہے۔ سعودی عرب وہ ملک ہے جو دنیا کے دیگر ہر ملک کی بنسبت امریکی اسلحہ زیادہ مہنگی قیمت پر لیتا ہے اس طرح یہ معاہدہ ٹرمپ کے لیے بہترین موقع سمجھا جا رہا ہے۔

سعودی عرب کے ساتھ طے ہونے والے معاہدوں کے ذریعے ایک جانب ایران کو جو امریکا اور سعودیہ کا مشترکہ حریف ہے اس کو دباؤ میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے، دوسری جانب ٹرمپ بھی اپنے اسلحوں کی تجارت کر کے اربوں ڈالر کمانا چاہتا ہے۔

دونوں جانب سے امریکا نفع میں ہے، کہ ایک جانب اس کا حریف دباؤ میں آ رہا ہے اور دوسری جانب اس کا اسلحہ سونے کی قیمت پر فروخت ہو رہا ہے۔

اس سے قبل سابق امریکی صدر بارک اوباما نے بھی اپنے دور میں سعودی عرب کے ساتھ 42 فوجی اور تجارتی معاہدوں پر دستخط کیے تھے جن کی لاگت 115 ملین ارب ڈالر تھی۔

ان قراردادوں میں بوئنگ کے جدید ایف 15 ایس ای طیارے۔ ایم ای 2 ایس ٹینک، پیٹرائٹ میزائل اور دیگر طرح طرح کے جنگی وسائل شامل تھے۔

سعودی عرب کے ساتھ امریکا کے اتنے بڑے فوجی معاہدوں پر ایران نے اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ امریکا چاہتا ہے کہ خلیج فارس میں ایران اور سعودی عرب کے درمیان جنگیں پیدا کی جائیں۔ ایرانی صدر حسن روحانی نے ٹرمپ کے دورہ سعودیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ امریکا سعودی عرب اور ایران کے ذخائر پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اسرائیل کو قانونی جواز دیں اور فلسطین کے لوگوں کی تاریخی مزاحمت اور قربانیوں کو پامال کر دے۔ روحانی کے مطابق امریکا اس چال میں کامیاب نہیں ہو گا۔

چار طرفہ کنفیوژن

زخمی افغان

دو طرفہ حیرت کا شکار کا محاورہ تو آپ نے سنا ہو گا مگر چار طرفہ حیرت کی اصطلاح آپ نے نہیں سنی ہو گی۔ ابھی حال ہی میں عالمی میڈیا نے خبر دی ہے کہ افغانستان کے حوالے سے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو ان کے عسکری مشیروں اور تحقیقاتی مراکز کی جانب سے چار سٹریٹیجیز پیش کی گئی ہیں جس کے نتیجے میں صدر مذکور چار طرفہ حیرت کا شکار ہے۔ اس لیے گذشتہ چار مہینوں میں افغانستان کے حوالے سے انہوں نے کوئی یقینی فیصلہ طے نہیں کیا ہے۔

امریکی روزنامہ فارن افیئرز نے حال ہی میں امریکی تحقیقاتی مرکز رینڈ کارپوریشن کا ایک تجزیاتی مضمون شائع کیا ہے جس میں امریکی صدر کی اس حیرت اور کنفیوژن کا ذکر کیا ہے۔ مضمون نگار سمیر لالوانی جو رینڈ کارپوریشن کا ممتاز تجزیہ کار ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈونلڈ ٹرمپ کی میز پر ابھی بھی افغانستان کے حوالے سے چار فیصلے رکھے ہوئے ہیں۔ جس نے انہیں ایک قطعی فیصلہ کرنے سے روک رکھا ہے اور اب تک وہ کوئی فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں۔

یہ آراء اور تجاویز جو اپنے ساتھ طویل تجزیات بھی رکھتے ہیں اس میں افغان مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو اٹھایا گیا ہے اور امریکی فوج کی کامیابی کے لیے قومی مصالحت، دائمی اڈے، حکومت سازی اور اثر و رسوخ پھیلانے کے عنوان سے مختلف سٹریٹیجیاں ضروری قرار دی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ رپورٹوں میں جنگ کو طول دینے پر اصرار کیا گیا ہے اور کچھ لوگ مختصر جنگ اور کامیابی کی کوئی تصویر دکھا کر فوجی انخلاء کی تجویز پیش کرتے ہیں۔ جس سے امریکا اس طویل جنگ سے آبرومندانہ طریقے سے خود کو نکال لے۔

ان متعدد آراء اور تجاویز سے لگتا ہے امریکی حکام بھی افغانستان کے مسئلے میں اب اس حد تک حواس باختہ اور پریشان ہیں جتنا سوویت یونین، جو اپنے اقتدار کے آخری دور میں مکمل سردردی کا شکار تھے۔ ان تجاویز اور متضاد بیانات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ امریکا افغانستان سے نکلنا چاہتا ہے اور اس طرح سے اپنے جسم میں لگے جانی و مالی نقصان کے اس ناسور کا مداوا کرنا چاہتا ہے۔ مگر چونکہ میدان جنگ سے بے مقصد انخلاء یک طرفہ شکست سمجھی جائے گی اس لیے ان کی کوشش ہے کہ کم از کم کوئی بہانہ تراش لیا جائے تا کہ امریکا کی عالمی حیثیت اس سے زیادہ خاک میں مل نہ جائے۔

فارن افیئرز کے اس تجزیاتی مضمون سے واضح ہوتا ہے کہ امریکا کے مطابق طالبان اب ماضی کی بنسبت زیادہ طاقت ور موقف کے ساتھ ہیں۔ جو جنگی لحاظ سے بھی تجربہ کار اور اس حد تک مضبوط ہیں کہ ان کو شکست دینا ایک ناممکن کام بن گیا ہے۔ دوسری طرف عوام میں طالبان کی حمایت بڑھ گئی ہے اور خطے و عالمی سطح پر انہیں سیاسی وجاہت اور اعتماد حاصل ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنا موقف عالمی سطح پر واضح کیا ہے۔

اگرچہ فارن افیئرز کے مطابق امریکی صدر اس وقت چار طرفہ کنفیوژن کا شکار ہیں اور ان کے سامنے اس وقت چار تجاویز رکھی ہوئی ہیں مگر افغان امور کے ماہرین اور تجزیہ کاروں کا موقف یہ ہے کہ ٹرمپ واقعتا چاہتا ہے کہ اس حیرت سے نکل جائے اس لیے اسے چار تجاویز کی بجائے ایک پانچویں موقف پر عمل کرنا چاہیے جو کہ افغانستان سے امریکی افواج کا بلاشرط و قید انخلاء ہے۔

اگر ٹرمپ یہ سمجھتا ہے کہ افغانستان میں فوج کی تعداد بڑھانے اور جنگی سٹریٹیجیز سے یہ مسئلہ یک طرفہ طور پر حل ہو جائے گا اور وہ جنگ جیت جائیں گے تو وہ اس حوالے سے سابقہ جنگی کمانڈروں میک کرسٹل، ڈیوڈ پیٹرسن، جان ایلن اور دیگر سے پوچھ لیں تا کہ انہیں مجاہدین کی جنگوں کے اصلی حجم اور جنگ کی شدت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

اور اگر حکومت سازی کے عنوان سے انہیں یہ توقع ہے کہ اشرف غنی اور عبداللہ کی فرسودہ حکومت انہیں زوال کے گرداب سے نکال باہر کر لیں گی اور ایک معتبر عوامی حمایت انہیں حاصل ہو جائے گی تو اس حوالے سے سیگار کے تحقیقاتی ادارے کے سربراہ جان سوپکو سے پوچھ لیں کہ مخلوط انتظامیہ کرپشن اور چوری کی اس گہرائی میں جا پڑا ہے، جس کی صفائی شاید ناممکن امر ہے۔

تو جب جنگ جیتنے کا کوئی امکان بھی نہ ہو اور کابل میں اپاہج شدہ کٹھ پتلی انتظامیہ بھی اس قابل نہ ہو کہ اپنا اعتماد بحال کر سکیں اور عوام کا بھروسہ پھر سے بحال کر سکیں، اس کے ساتھ ساتھ خطے کے حالات بھی امریکی جارحیت کو دوام بخشنے کے لیے سازگار نہ ہوں۔ تو امریکیوں کے لیے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے کہ اپنے بستر باندھ کر اسی پتلی گلی سے واپس نکل جائیں جس سے وہ آئے تھے اور یہ ملک اپنے شہریوں کے لیے خالی کر دیں۔

ہمارے خیال میں اگر ٹرمپ اس پانچویں تجویز پر عمل کریں تو نہ صرف یہ کہ اپنی فوج، معیشت اور ملک کو ترقی دیں گے بلکہ افغان عوام کو بھی ان کی طویل جنگ سے نجات مل جائے گی۔ کیوں کہ جنگ کی اصل وجہ اور سبب ہمارے اسلامی ملک میں امریکی کافر فوجیوں کی موجودگی ہے۔ جو دینی، عقلی اور وجدانی لحاظ سے کسی کے لیے بھی قابل تسلیم نہ ہو گا اس لیے ان کے خلاف جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

احمد مختار

امریکی افواج قومی ماتم کے دن بھی ملکی فورسز کو قتل کرتے رہے

رواں سال جون کے مہینے کو مخلوط حکومت کے سربراہ اشرف غنی احمد زئی کے ایک اعلامیہ کے مطابق ۱۹، جوزا [۶ جون] کو کابل کے حالیہ دھماکے میں شہید ہونے والوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے منایا گیا۔ اسی مناسبت سے مذکورہ اعلامیے کے ذیل میں یہ بھی کہا کہ اس دن ملکی عمارتوں پر قومی پرچم سرنگوں ہوگا اور عوام سے اپیل کی کہ اس دن مساجد میں بیٹھ کر شہداء کو ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن کا اہتمام کریں۔ ایک طرف شہداء کو ایصال ثواب کے لیے ختم قرآن اور ان کی ارواح کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ملک بھر میں پروگرامات جاری تھے تو دوسری طرف ہلمند میں امریکیوں نے انہیں ایک اور غم و اندوہ سے دوچار کیا۔

ہلمند سے موصولہ اطلاعات کے مطابق ہفتے کی شب 20 جوزا [۷ جون] کو امریکی طیاروں نے ہلمند کے ناد علی کے علاقے میں سرحدی پولیس پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 16 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔ ہفتے کے دن جب سرکاری حکام ایوان صدر میں شہداء کو خراج عقیدات پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے تو اسی موقع پر ملکی میڈیا نے ہلمند میں امریکی طیاروں کی بمباری میں 26 پولیس اہلکاروں کی ہلاکت کو شہ سرخی کے طور پر شائع کیا تھا۔ صدر غنی کے ترجمان نے یہ خبر ضرور پڑھی اور سنی ہوگی لیکن ردعمل میں انہیں دو لفظ کہنے کی بھی جرات نہ ہوئی۔ مخلوط حکومت جس کا دعوی ہے کہ امریکی افواج امن و امان کے قیام کے لیے افغانستان آئی ہیں اور اس مقصد کے لیے ان کے ساتھ دس سال یہاں رہنے کا معاہدہ کیا ہے، انہیں یہ بھی اختیار نہیں کہ امریکی افواج سے ایوان صدر کی جانب سے اعلان شدہ قومی ماتم کے دن اپنی کارروائیاں روک کر افغانوں کے ساتھ اس غم میں شریک ہونے کا مطالبہ کریں۔ قومی ماتم کے دن ہلاک ہوئے یہ لوگ عام افغانی نہیں بلکہ انہی امریکیوں کی جانب سے تنخوا اور مراعات یافتہ وہ پولیس اہلکار تھے جنہیں حکومتی سرپرستی حاصل تھی اور سیکیورٹی حکام تھے۔ صدر غنی نے ہفتے کے دن حالیہ دھماکوں میں ہونے والے شہداء سے اظہار یکجہتی کے لیے قومی ماتم کا اعلان کیا تھا لیکن اسی دن ہلمند میں ہوئے پولیس اہلکاروں کی بہیمانہ قتل پر چپ سادھ لی اور روایتی مذمتی بیان بھی جاری نہیں کیا۔ اس کے بعد پیر کے دن ننگرہار میں مجاہدین کے حملے میں چار امریکیوں کو قتل کیے جانے کے بعد امریکیوں نے تین عام افغانوں (ایک باپ دو بیٹے) کو بہیمانہ طور پر شہید کیا۔

ہلمند میں پولیس اہلکاروں پر حملے اور ننگرہار میں عام افغانوں کا قتل امریکہ کی جانب سے کوئی نئی اور انہونی بات نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس پر بس کریں گے بلکہ مستقبل میں بھی یہی کچھ کریں گے۔ کیونکہ اس جیسے واقعات کی انہیں خود مخلوط حکومت کی جانب سے قانونی حق حاصل ہے اور وہ ہر طرح کی عدالت سے مستثنی ہیں، لہذا اہسپتال، مساجد اور اسکول کو بمباری کے ذریعے تباہ کرنا وہ اپنا حق سمجھتے ہیں نہ کہ ملکی عوام پر وحشت اور ظلم۔

درج بالا واقعات کو دیکھ لینے کے بعد اس حقیقت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ ہفتے کے دن حکومت کی جانب سے قومی ماتم کے دن کا اعلان بھی عوام کے ساتھ شریک غم ہونے کے لیے نہیں بلکہ اس کے ذریعے کوشش کی گئی کہ عوام کی توجہ ان اہم مسائل سے موڑ دیا جائے جو پچھلے کچھ دنوں سے کابل شہر میں ڈاکوؤں کی جانب سے راستوں میں خیمے نصب کرنے والوں کو پیش آئے تھے۔

انہوں نے کہا طالبان نے ملک کے جنوبی اضلاع میں فوجی پلان ترتیب دینے کے لیے ایک نقشہ تیار کیا ہے جس کی بنیاد پر وہ آپریشن کریں گے۔ طالبان نے پچھلے سال ارزگان میں اکثر علاقے زیر کنٹرول لائے اور اس سال قندہار اور زابل کو ہدف بنایا ہے۔ موصوف نے پچھلے دنوں طالبان کے کامیاب حملوں کو اپنی بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیا۔

مبصرین کے نزدیک اگر طالبان نے قندہار کو ایک بار پھر کنٹرول میں لے لیا تو نہ صرف یہ کہ یہ حکومت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہوگا بلکہ ملک بھر میں مجاہدین کے لیے بھی امید افزاء خبر ہوگی۔

طالبان کی معیت میں گزرے میری زندگی کے تین بہترین ایام

وحید اللہ وحید

میں افغانستان کی ایک مقامی ریڈیو میں تکنیکی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ میں طالبان کا کٹر مخالف تھا، جب بھی کسی کے ذریعے مجھ تک ان کے حوالے سے کوئی خبر پہنچتی ، میں آنکھیں بند کر کے ان پر یقین کر لیتا یہی وجہ تھی کہ میں ان کا کٹر مخالف تھا۔ میں کہا کرتا کہ طالبان شدت پسند، دہشت گرد اور ظالم ہیں، وہ افغانوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے نہیں دیتے ان پر تشدد اور ظلم کرتے ہیں۔ گردیز یونیورسٹی کے میرے کچھ دوستوں کے طالبان کے ساتھ اچھے مراسم تھے کبھی کبھار آپریشن کے سلسلے میں ان کے ساتھ نکلتے بھی تھے، ہم اور ہمارے وہ دوست جب کبھی یکجا ہوتے تو وہ ہمیں طالبان کی تعریف کرتے اور ان کے اچھے اوصاف کا تذکرہ کرتے اگرچہ ایسی باتیں مجھے گوارا نہ تھیں لیکن وہ ہر بار مجھے کہتے ایک مرتبہ ہمارے ساتھ ہو لیں اور طالبان کو قریب سے دیکھ لیں تاکہ ان کی حقیقت آپ پر واضح ہو۔

میں کچھ خوف سا محسوس کر رہا تھا کہ وہ کیا مخلوق ہوگی اور میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے، بالآخر کسی دوست کی ضمانت پر کچھ وقت کے لیے ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی، گذشتہ ہفتہ صوبہ پکتیا کے ضلع سید کرم میں گیے بہت سارے طالبان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، جو جگہ جگہ بیٹھے تھے اور کچھ ادھر ادھر آ جا رہے تھے۔ کالے زلف، ترنگے، موزوں اور سڈول جوانیاں، کالی داڑھیاں، کلاشنکوف اور راکٹ لانچر پہلو میں لیے پورا علاقہ انہی سے شاداب و فرحاں تھا، کچھ آگے گاڑیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں جن میں اسلحہ نصب تھا، فتح ان کی شان سے جھلک رہی تھی۔ سورج اپنی رعنائیاں چھپا رہی تھیں، وہ اپنی ضیاپاشیوں سمیت غروب ہو رہا تھا۔ بیس سے زائد افراد پر مشتمل ہمارا قافلہ کوسین کی طرف رواں دواں تھا راستے میں بھی کہیں کہیں طالبان دکھائی دے رہے تھے جو وہاں کے مساجد، لوگوں کے گھروں اور بیٹھکوں میں رہ رہے تھے۔ میں ہمیشہ یہی سوچ رہا تھا کہ طالبان پہاڑوں میں رہیں گے گاؤں اور شہروں میں چونکہ ایک منظم و مربوط حکومت کی رٹ ہے اس لیے یہاں ان کا آنا ناممکن ہے لیکن جب مجھے طالبان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور عوام کا دامے درمے سخنے ان کے ساتھ تعاون دیکھا تو مجھے یقین ہو چلا کہ اشرف غنی کی حکومت جلد از جلد جانے والی ہے اور وہ بس چند ہی دنوں کی مہمان ہے۔

مختصر یہ کہ مغرب کی نماز ہم نے کوسین پہنچ کر پڑھی، ایک ساتھی سے کہا یہاں تو کھانے کا کوئی بندوبست نظر نہیں آتا کھانا کہاں کھائیں گے؟ دوست نے تند لہجے میں کہا آپ صبر کریں روٹی مل جائے گی، پھر کچھ دیر بعد ہم ایک مسجد میں گیے جہاں لوگوں نے لمبی لمبی دستر خوانیں بچھائیں اور رنگ برنگے کھانے رکھے گیے اور وہ ہمارے آنے سے اتنے خوش ہو گیے تھے کہ جیسے کوئی مسافر سالوں بعد وارد ہوا ہو۔ میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہہ پڑے لیکن یہ آنسو ڈر اور خوف کے نہیں بلکہ خوشی اور حیرت کے تھے ، عشاء یہیں پڑھ کر سب دو دو چار چار ہو کر اسی گاؤں میں مختلف گھروں کو ہو لیے۔ وہ سوالات جو طالبان سے متعلق ہمیشہ میرے ذہن و فکر کے نہاں خانوں میں سر اٹھا رہے تھے اور جس نے مجھے بے چین اور مضطرب رکھا تھا، میں ان سوالوں کے جوابات مختلف ملکی رہنماؤں سے طلب کر رہا تھا۔

بسم اللہ نامی ایک شخص جو کوسین کا باشندہ تھا میں نے ان سے استفسار کیا حاجی صاحب! طالبان کیسے لوگ ہیں اور کیا یہ سچ ہے کہ وہ ظالم اور دہشت گرد ہیں؟ بسم اللہ نے اپنی سادہ اور دیہاتی لہجے میں یوں گویا ہوئے کون کہتا ہے ظالم ہیں؟ وہ جب سے ہمارے گاؤں آئے یہاں خوشی کا سا سماں ہے اور ہمارا ان کے ساتھ لگتی بھی ہے۔ یہ نہایت خوش اخلاق لوگ ہیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا اس میں کتنی حقیقت ہے کہ وہ لوگوں سے بزور کھانا لے کر کھا جاتے ہیں؟ بسم اللہ نے پھر سادہ لہجے میں جوابا کہا" یہ محض الزام ہے، ہم نے تو کبھی ان کو کسی سے بزور کھانا چھینتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ ابھی آپ دیکھ رہے تھے ہم نے کھانا بخوشی لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ یہ تو صرف کھانے کی بات ہے پہلے ہمارے نام پر راشن آتا وہ یا تو حکومت کھا جاتی یا یہاں کے ملک اور سردار چھین کر لے لیتے، لیکن اب طالبان خود اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر رہے ہیں بلکہ طالبان کئی گھرانوں تک ان کے دہلیز پر چھوڑ آتے ہیں۔ پھر ایک اور سفید ریش بزرگ سے پوچھا، بابا جی! آپ کے لیے موجودہ حکومت بہتر ہے یا طالبان کی؟ کہنے لگے بیٹا! پہلے ہمارے قبائلی جھگڑوں کے فیصلوں کے لیے ہم حکومت کے عدالتوں کا رخ کرتے، پہلے تو وہ ہمارا مقدمہ قبول ہی نہیں کرتے پھر جب رشوت کے ذریعے قبول کر لیا جاتا، جب فیصلے کا وقت پہنچتا تو یہاں کے بااثر افراد اور سرکاری حکام عدالت کو اتنی رشوت دیتے کہ مدعی حیران رہ جاتا۔ اب جب طالبان آئے ہیں تو ہم سب اپنے فیصلے اور جھگڑے ان کے پاس لے جاتے ہیں جو نہ تو رشوت لیتے ہیں اور نہ ہی کسی سفارش قبول کرتے ہیں وہی فیصلہ کرتے ہیں جو حق اور سچ ہو۔ مختصر یہ مختلف لوگوں سے اسی نوعیت کے سوالات کرتے رہے اور ہر ایک جواب کچھ اس انداز سے دیتا جو دل و دماغ پر جا لگتا، آخر روز تک میں نے فیصلہ کیا اور اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو کر خود حق کے حوالے کیا، آج تیسرا دن اپنے کام کو استعفی دیا اور اپنے رب کریم سے دست بدعا ہوں کہ میں ہمیشہ طالبان کے ساتھ ہم دم و قدم رہوں گا اور اس ملک کے غیور عوام سے بھی اپیل کروں گا کہ صرف اور صرف طالبان ہی ہمارے آرمانوں اور آرزؤوں کے ترجمان ہو سکتے ہیں محض میڈیا کی چکاچوندیوں سے مرعوب ہو کر موجودہ حکومت کی مدد نہ کریں۔ اسے خیرباد کہہ دیں۔

فرہاد

کابل انتظامیہ امریکی مفادات کی خاطر عوام کو آگ میں جھونک رہی ہے!

37 سال قبل موجودہ غداروں کی طرح ایک گروہ نے افغانوں کو 14 سال تک آگ کی بھٹی میں جھونکے رکھا تھا بالآخر وہ قوت شکست سے دوچار ہوئی اور بیش بہا مسائل افغانوں کے لیے چھوڑ گیے۔ اب پھر کابل انتظامیہ امریکہ کی خواہش پر 17 سالوں سے افغانوں پر قیامت صغری برپا کیے ہوئے ہیں اور مسلسل یہی عمل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اپنوں پر انہیں کوئی ترس نہیں آتا۔ کب تک یہ ناعاقبت اندیش اپنوں کو یوں ہی ستاتے رہیں گے اور اپنی مرضی سے اپنے نمائندے چننے کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی اپنا حق حاصل کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ رواں سال کے آغاز سے مجاہدین کے فاتحانہ حملوں، کامیاب اسٹریٹیجک پالیسیوں اور کٹھ پتلی انتظامیہ کی بے بسی، کم ہمتی اور دروغ گوئی کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں جو امریکی طیاروں کی مدد سے لوگوں کی جانیں لے رہے ہیں۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ ایک مہینے میں 460 مرتبہ بمباری کی گئی تاکہ طالبان کو ختم کیا جاسکے لیکن پھر بھی انہیں اپنے موقف بدلنے کی فکر ہے اور نہ ہی افغان عوام پر ترس آتا ہے کہ مسلسل انہیں مارے جارہے ہیں۔ ملک کے کئی اضلاع کے ہاتھ سے نکل جانے اور دارالحکومت کابل میں یکے بعد دیگرے کئی خوفناک حملے جس میں بیرونی افواج سمیت بڑی تعداد میں افغان فورسز اور عوام بارود کی نذر ہوگیے۔ معمولات زندگی معطل ہوکر رہ گیے اور ملک کو ایک نامعلوم چیلنج کا سامنا کررہے ہیں۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کو اس پر کوئی تشویش نہیں بس امریکی مفادات کی خوشنودی، اپنے پیٹ پالنے اور غاصبین کے ناجائز اہداف کی تکمیل کے لیے مسلسل عوام کو طالبان کے ذریعے قتل کرواتے ہیں اور وہ خود محفوظ حصاروں میں بند ہیں۔ کچھ عرصہ قبل جب شاہین فوجی چھاؤنی پر حملہ ہوا تھا جس میں کم وبیش 400 فوجی مارے گیے تھے، اسی طرح رواں سال جب کابل میں وزارت دفاع کی عمارت پر حملے کے نتیجے میں 150 کے لگ بھگ افراد ہلاک اور زخمی ہوئے تھے، کابل کے مغرب میں پولیس کے کاروان پر حملے کے نتیجے میں 180 سے زائد افراد ہلاک اور زخمی ہوئے تھے اسی طرح حال ہی میں زابل، قندہار، شاہ ولی کوٹ، ارزگان، چارچینو، قندوز، فراہ، اور ملک کے طول وعرض میں سینکڑوں فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے تھے۔ کٹھ پتلی انتظامیہ اسے کوئی بڑی خبر ہی نہیں سمجھتے، حالانکہ دیگر ممالک ایک فوجی کی قتل کو بھی بریکنگ نیوز بناکر اس کی اہمیت ظاہر کرتے ہیں۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ کابل انتظامیہ پرائی فوج کی آلہ کار ہے اور وہ غاصبین کے مفادات کی خاطر اس قوم کی قربانی دے رہے ہیں جس طرح کمیونسٹوں نے روسی مفادات کی خاطر اس ملک کے عوام کی قربانی دی تھی۔ ان کے ساتھ ملک وملت کی فکر ہی نہیں اور نہ ہی وہ خود کو یہاں کے باشندے تصور کرتے ہیں۔ افسوس ہے ان افواج پر جو متاع قلیل کی خاطر اپنے آقاؤں کے لیے خود کو مروادیتے ہیں۔ یہ لوگ واضح غلطی پر ہے انہیں چاہیے کہ سنجیدہ ہوکر جاننے کی کوشش کریں، مزید غاصب افواج کے لیے اپنے ہی عوام کے خلاف برسرپیکار نہ ہوں اور نہ ہی انہیں مزید آگ کی بھٹی جھونکیں۔

ملا محمود

عالمی امن اور یہودی منصوبے

امن ہر انسان اور ہر قوم کی بنیادی ضرورت اور اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو اپنی نعمتیں گنوائیں تو امن کو اہمیت کے ساتھ ذکر فرمایا جس سے انسانی سوسائٹی کے لیے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بسا اوقات انسانوں کے درمیان تنازعات اور اقوام کے مابین خصومات کی وجہ سے امن غارت ہو جاتا ہے جس سے سکون و طمانیت کی فضا مکدر ہو جاتی ہے لیکن کچھ اقوام نے اپنی بقا کا راز ہی اکھاڑ پچھاڑ، مدوجزر اور شور و غل میں سمجھ رکھا ہے، جب ان کی بقا ہی بدامنی میں ہے تو پھر اقوام عالم کو تہ تیغ کرنا بھی ان کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی انسانی آبادی تباہ کرنا کوئی بڑی بات ہوتی ہے۔

تاریخ سے یہی ظاہر ہے کہ یہودی ایک ایسی قوم ہے جو نہایت متعصب بدبخت اور قوم پرست ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی نافرمانیوں سے لے کر آج تک ان کی تاریخ یہی بتلاتی ہے کہ وہ نہایت بدکردار قوم ہے۔ غیر یہود کو زیر نگیں لانے کا خواب وہ صدیوں سے اپنے سپنوں میں سجائے ہوئے ہیں۔ اس کے لیے وہ اخلاقی حدود پار کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ اور اس کے بعد رسالت مآب ﷺ کے ساتھ کیے معاہدات کی تاریخ اٹھائی جائے تو اسی بدبخت قوم کی شقاوت کی داستانیں بکھری ہوئی نظر آئیں گی۔ موجودہ دور پوری دنیا میں بالعموم اور اسلامی دنیا میں بالخصوص جو بدامنی، انارکی اور قتل عام ہے وہ یہود ہی کی کارستانیاں ہیں۔ اقوام عالم کو باہم دست و گریباں کرنا اور ان کے درمیان طویل عرصے تک خونریز لڑائیاں کرنا ان کی بقا اور ضرورت ہے اور اسی سے ان کی معیشت سنورتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مختلف ممالک میں اپنے کارندے بھیج کر ان سے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔

فری میسن ایک خفیہ یہودی تنظیم ہے جو اسلامی دنیا میں باقاعدگی کے ساتھ یہود کے لیے کام کرتی ہے اور اس کی بنیاد یہود کی ان اعلیٰ دماغوں نے رکھی ہے جنہوں نے تسخیر عالم کے لیے خفیہ منصوبے بنا رکھے تھے اور جو فری میسن کی اعلیٰ عہدیدار خاتون کی گھر سے چوری ہونے کے بعد منظر عام پر آ گیے۔ ان منصوبوں کی مرتب شکل جسے یہود نے "پروٹوکولز" کا نام دیا تھا 1902 میں دو روسی اخبارات نے شائع کر دی۔ روسی پادری 'سر جائی اے نائلس' اس کے اندر دنیائے عیسائیت کے خلاف ایک عظیم سازش محسوس کر کے انہیں جذبہ خدمت مذہب انسانیت کے تحت شائع کیا۔ ان "پروٹوکولز" میں دیگر مذاہب سے نمٹنے کے لیے ایک لائحہ عمل دیا گیا جو یہ تھا۔

-1 لوگوں کو مذہب سے بدظن کیا جائے، مقامی مذاہب کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان میں سے منفی نقاط یوں ترتیب دیے جائیں کہ انہیں پھیلا کر انتشار کی صورت پیدا کی جا سکے۔ عوام کے ذہنوں پر مذہب کی ایسی بھیانک تصویر بٹھائی جائے کہ وہ اگر مذہب دشمن نہ بن سکیں تو کم از کم لبرل اور سیکولر ضرور بن جائے۔

-2 مختلف مذاہب کی مقتدر اور معتبر شخصیات کو آپس میں لڑایا جائے۔ مذہبی کتابوں کے اوراق پھاڑ کر راتوں کو عام جگہوں پر یوں پھیلا دیے جائیں کہ یہ مخالف فرقے یا مذہب کی کارستانی دکھائی دے۔

3۔ جن مذاہب یا فرقوں کے درمیان پہلے سے چپقلش چلی آ رہی ہو اس کو تیز تر کر دیا جائے۔ ممکن ہو تو نمایاں اور معتبر افراد کو ایسے طور پر قتل کر دیے جائیں کہ مخالف فریق اس ذمہ داری سے بچ نہ سکے۔

ان اصول سہ گانہ کو لے کر اس کے کارندے دیگر ممالک میں پہنچ کر اسے عملی جامہ پہناتے ہیں۔ معمولی سوچ بچار کے بعد یہ بات بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ آج اسلامی دنیا میں جو کشت و خون جاری ہے وہ انہی یہودی دماغوں کی کارستانیاں ہیں اور اس کے لیے ہمارے اپنے ہی استعمال ہو رہے ہیں۔ پوری دنیا میں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے بدامنی کے ذریعے وہ کیا کرتے ہیں؟ پڑھیے یہودی داناؤں کی دستاویزات سے یہ چشم کشا حقیقت "ہمیں پولیس ذریعہ یورپ میں اور یورپ کی وساطت سے دوسرے براعظموں میں بھی فسادات، انتشار اور جنگ و جدل کی آگ بھڑکانی ہے۔ اس سے ہمیں دوہرا فائدہ ہو گا، اول یہ کہ ہم تمام قوموں اور ملکوں کو اپنے قابو میں رکھ سکیں گے کیونکہ انہیں یہ خوف ہو گا کہ ہمارے پاس طاقت ہے۔ ہم جب چاہیں کسی کو بھی سزا دے سکتے ہیں اور جہاں چاہیں نظم و نسق قائم کر سکتے ہیں۔ اس طرح تمام ممالک ہمیں ایک ناگزیر اور اور مطلق العنان قوت کے طور پر دیکھنے کے عادی ہو جائیں گے۔

دوم ہم ان تمام ڈوروں کو جو سیاسی نظاموں، معاشی معاہدوں اور قرضہ جات کے وسیلوں سے مختلف ملکوں کی وزارتوں میں پھیلی ہوئی ہیں، الجھا کر رکھ دیں گے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں مذاکرات اور معاہدوں کے دوران پوری ہوشیاری اور فراست سے کام لینا ہو گا " (یہودی پروٹوکولز صفحہ 154/153)

آگے لکھتے ہیں "ہم اپنی قوت کا مظاہرہ کسی خاص ملک پر تشدد کر کے یاد ہشت پھیلا کر کریں گے جس سے دوسری مملکتوں کو عبرت حاصل ہو گی۔ اگر ہم نے اپنے خلاف کسی عام بیداری اور تحریک کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا تو اس کا جواب ہم امریکہ، چین یا جاپان کی بندوقوں اور توپوں سے دیں گے "

اس حقیقت میں اب کوئی شک و شبہ نہ رہا کہ دنیا میں جاری خونریزی محض اتفاقی یا حادثاتی طور پر ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک گریٹ گیم کا شاخسانہ ہے جو یہودی اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کھیلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ پر رحم فرما کر انہیں فتنوں اور آزمائشوں سے نجات دلائے۔ آمین

ذوالکلام

شیعہ سنی فسادات بھڑکانے کی مذموم کوشش

سامراجی ممالک کے کئی طرح کے واردات ہوتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنے مدمقابل کے قوت کو بھسم کردیتے ہیں۔ کہیں قبائلی تنازعات کو ہوا دے کر آگ بھڑکارہے ہیں تو کہیں گروہی اختلافات کو بڑھاچڑھاکر پیش کررہے ہوتے ہیں۔ کہیں لسانی اونچ نیچ کو دشمنیوں میں بدل دیتے ہیں تو کہیں فرقہ پرستی پر عداوت کی تعمیر کھڑی کرتے ہیں۔ یہ سب وہ ہتھکنڈے ہیں جو سامراجی ممالک کا وطیرہ ہے اور اسی کو بنیاد بناکر وہ ترقی پذیر ممالک پر چڑھ دوڑتے ہیں۔

مغرب اسلامی ممالک میں شیعہ سنی فسادات کا کھیل ایک عرصے سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مشرق وسطی میں اسی آگ کے انگاروں پر دونوں اطراف کے مسلمانوں کو جلاکر ایک عرصے سے ان کے لاشوں کو راکھ کا ڈھیر بنارہے ہیں۔ اب تک اسلامی ممالک میں سب سے مؤثر جو سازش کامیاب ہوئی ہے وہ یہی شیعہ سنی فسادات ہیں، دونوں اطراف سے مذہب اور مذہبی تعلیمات کو استعمال کرکے ایک دوسرے کا خون بہارہے ہیں۔ جب ان فسادات کو ہوا دی جاتی ہے اور اس کی بنیاد پر دونوں اطراف مدمقابل کا خون نہایت بے دردی سے بہانے پر تل جائے تو سامراج اسے دہشت گردی سے تعبیر کرکے اس ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا جواز بنالیتے ہیں اور پھر اس ملک کا وہ حشر کردیتے ہیں جو شام، عراق، لیبیا، مصر، تیونس، الجزائر، یمن، سعودی عرب اور سوڈان کا ہوا، ان سب ممالک میں جو اندرونی خلفشار ہے اور انسانیت کا خون جس بے دردی سے بہایا جارہا ہے یہ سب اسی سلسلے کی کڑی ہیں۔ پاکستان میں دیوبندی مکتب فکر کے جید علماء کرام اسی فرقہ واریت ہی کے بھینٹ چڑھ چکے ہیں اور تاہنوز یہی سلسلہ جاری ہے جو نہایت ہی تشویش ناک ہے۔

اسلامی دنیا میں افغانستان واحد ایسا ملک تھا جو اگرچہ بیرونی غاصبین کے دست بردسے زخم زخم تھا، طویل عرصے تک اگرچہ یہاں خانہ جنگی جاری رہی اور غیرت کے نام پر قتل بھی کافی تعداد میں ہوئیں لیکن یہاں فرقہ واریت کے آثار دور دور تک نہیں تھے، سبھی مکاتب فکر بھائیوں کی طرح رہ رہے ہیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ یہاں مذہبی اور مسلکی ہم آہنگی کی ایسی قابل رشک مثالیں دیکھنے کو ملتی تھیں جس کی دیگر ممالک میں صرف توقع ہی کی جاسکتی تھی۔ اسی رواداری کا ایک واقعہ یہاں بطور مثال پیش کیا جارہا ہے جو دیگر ممالک کے لیے بھی سبق آموز ہے کہ وہ بھی اپنے ہاں برداشت اور رواداری کی یہی مثالیں قائم کرے۔

مولانا جلال الدین حقانی صلح کی کوششوں کے لیے ایک مرتبہ حزب وحدت کے سربراہ عبدالعلی مرحوم کے پاس اپنے وفد کے ہمراہ گیے تھے مذاکرات کا دور شروع ہوا کہ درمیان میں نماز ظہر کا وقت ہوگیا، دونوں طرف کے شرکائے مجلس دم بخود رہ گیے کہ اب کیا ہوگا نہ حقانی صاحب کے پیچھے شیعہ علماء نماز پڑھیں گے اور نہ ہی حقانی صاحب ان کے پیچھے نیت باندھیں گے۔ یہ کشمکش جاری تھی اور یہی سوالات ذہن و فکر کے نہاں خانوں میں ابھر رہے تھے کہ عبدالعلی مرحوم نے حقانی صاحب کو آگے کیا اور سب نے انہی کی امامت میں نماز ظہر ادا کی۔ جس سے ایک خوشگوار ماحول میسر آیا اور آدھی سے زیادہ نفرتیں مٹ گئیں۔ نماز کے بعد پھر مذاکرات کا دور شروع ہوا اور مذاکرات شروع تھے کہ عصر کا وقت ہوگیا آذان دی گئی اور صفیں سیدھی ہوگئیں، ابھی امامت کے لیے پھر ایک دوسرے کو کنکھیوں سے گھور رہے تھے کہ مولانا جلال الدین حقانی صاحب نے پہلو میں کھڑے ایک شیعہ عالم دین کو آگے کیا اور اسے نماز پڑھانے کا کہا وہ آگے ہوگیے اور نماز عصر پڑھائی۔ یوں نہایت وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقانی صاحب نے رواداری کی ایک بہترین مثال قائم کی جو بعد میں تڑپتی انسانیت کے لیے لگنے والی آگ سے ڈھال ثابت ہوئی۔ ٹیکنالوجی میں مہارت رکھنے والے ممالک جو افغانستان کو ترقی پذیر اور تہذیب وتمدن سے عاری سمجھتے ہیں وہ سب مل کر اس جیسی رواداری کی ایک مثال نہیں پیش کرسکتے، وہ تمام ممالک وسائل کے ہوتے ہوئے فرقہ واریت کی آگ پر قابو نہ پاسکے اور افغانستان کے پہاڑوں میں رہنے والے "شدت پسند" حقانی صاحب نے وسائل سے تہی دست ہونے کے باوجود اسے بجھادیا۔ ایسا صرف خداداد صلاحیتوں کی بناپر کیا ورنہ اگر ٹیکنالوجی اور وسائل کے ذریعے یہ آگ بجھایا جاسکتا تو ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالوجی کے حامل ممالک میں فرقہ واریت کے واقعات نہ ہوتے۔

یہ واقعہ تب یاد آیا جب پچھلے دنوں افغانستان کے دارالحکومت کابل میں شیعہ مکتب فکر کی امام بارگاہ پر ایک دھماکہ ہوا جس میں چھ افراد شہید جبکہ دس سے زیادہ زخمی ہوئے۔ اسلامی امارت نے دھماکے کے فوراً بعد اس سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے اس کی مذمت کی اور اسے غاصب قوتوں کی کارستانی قرار دے دیا۔ معمولی شعور رکھنے والا یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ یہ امریکی گماشتوں کی کارستانی ہے جو ایک منظم منصوبے کے تحت افغانستان میں فرقہ واریت کو ہوا دیکر یہاں کے اقوام کو ایک نیے طریقے سے باہم دست وگریباں کررہے ہیں۔

افغانوں کو اب اس جنگ کے لیے تیار ہونا ہوگا اور رواداری کی مثالیں قائم کریں جو اس خاک کے فرزندوں نے قائم کیں تب جاکر امریکی عزائم کو خاک میں ملایا جاسکتا ہے ورنہ حشر وہی ہوگا جو فرقہ واریت میں لت پت دیگر ممالک کا ہوا اور ہورہا ہے۔

غصب کا آخری سال

عابد

آثار اور قرائن سے یہی ظاہر ہے کہ افغانستان پر غیر ملکی غصب اور قبضے کے دن گنے جاچکے ہیں، منصوری قربانی نے رنگ لایا اور ان کے خون سے فتح کے جھنڈے گھاڑے جائیں گے، اب امریکہ اور ان کے اتحاد کے اراکین ست اور جہادی عزائم کے مقابلے میں وہ زیادہ دیر تک یہاں نہ رہیں گے، وہ منتشر ہو کر رہیں گے۔ امریکہ جو صلیبی غاصبین میں پیش پیش ہے عسکری میدان میں ناکامیوں کے ساتھ اقتصادی بحران سے بھی دوچار ہے جو آگے جاسکتی ہے اور نہ ہی پیچھے، اسی لیے ٹرمپ نے عہدہ صدارت سنبھالتے ہی افغان مسئلے کو موضوع بحث بنایا اور امریکی میڈیا و مختلف تنظیموں نے اس رسواکن اور غیر متوقع معاہدے پر بات کی جس پر صدر اوباما معجزانہ طور پر بچ نکلے تھے اور امریکی صدر کی حیثیت سے اس مسئلے میں مصروف رہنا ٹرمپ کے لیے پسند نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ روزانہ کی بنیاد پر افغانستان سے متعلق میڈیا پر تبصرے ہو رہے ہیں اور اپنے عوام کے سامنے خود کو مجبور ظاہر کیا ہے تاکہ افغانستان کے خفیہ رازوں سے پردہ اٹھایا جائے۔ میڈیا کے ہمہ انواع افغانستان کے موجودہ جنگ لاحاصل قرار دے رہے ہیں اور اربوں ڈالر پانی کرنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں دیکھتے۔ واشنگٹن پوسٹ اور نیویارک ٹائمز نے امریکی حکومت کو کابل کی پشت پناہی پر سخت جھاڑ پلائی تھی۔

ایک بار پھر افغانستان کی ترقی کے لیے کام کرنے والی تنظیم سیگار نے کہا ہے کہ افغانستان میں فساد اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ حکومت کے لیے بھیجے جانے والے تیل اور اسلحہ طالبان کے ہاتھوں لگ جاتا ہے۔ وہ خیالی ہسپتال، اسکولز پولیس اور فورسز کے وہ خیالی افراد جن کا کوئی وجود ہی نہیں مگر ان کے نام تنخوا اور مراعات بھیجے جارہے ہیں۔ امریکی کانگریس نے بھی مطالبہ کیا ہے کہ افغان وار پر از سر نو بحث کی جائے، ان کا کہنا ہے قانوناً جنگ کا اختتام ہمارے ہاتھ میں ہے اور امریکی جنرلز جو ایک لاحاصل جنگ میں کود رہے ہیں اور اسے ختم کرنے کا سوچ ہی نہیں رہے تو یہ ان کی ناکام پالیسی ہے۔

امریکی کانگریس کے ارکین جون گرامنڈی اور والٹر جونز کہتے ہیں کہ کانگریس ٹرمپ کو جنگ کے پھیلاؤ کی منظوری اس وقت نہیں دے گی جب تک تمام اراکین کو اطمینان نہ دلائی جائے کہ یہ جنگ امریکہ کے مفاد میں ہے یا نقصان میں۔

اسی طرح ایک امریکی روزنامہ فارن افیئرز نے بھی ٹرمپ کی پالیسیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں افغانستان سے متعلق پالیسی بنانے میں ششش و پنج میں مبتلا قرار دیا ہے۔ انہیں چار راستوں میں حیران و پریشان بتلایا ہے اور انہیں کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا کرے۔

روزنامہ نے لکھا ہے کہ امریکی حکام افغانستان کے معاملے میں تجاہل سے کام لیتے ہیں اور اس مبہم پالیسی کی بنا پر وہ امریکی عوام کو جواب دہ ہیں۔ اس طرز کے بیانات محض شخصی اور گروہی کوششیں نہیں ہیں بلکہ یہ امریکی عوام اور حکام کی توجہ کے لیے ہوتے ہیں امریکہ اور مغرب میں جب بھی کوئی بڑی تبدیلی آتی ہے تو سب سے پہلے میڈیا پر اس کی خبر چلائی جاتی ہے اور پھر اسی طرح ہو کر رہ جاتا ہے۔

ماہرین اور مبصرین کے نزدیک رواں سال افغانستان میں امریکہ اور ان کے اتحادیوں کا آخری سال ثابت ہوگا جو بھی کچھ ہوگا امریکہ اتحادیوں سمیت رواں سال ہی افغانستان سے بوریا بستر گول کریں گے۔ کیونکہ ملک کے اندر و باہر ایسے کئی شواہد موجود ہیں جو اس دعوے کو تقویت دینے کے باعث بن رہے ہیں۔ یہ جو کہا جارہا ہے کہ افغانستان مزید افواج بھیجیں گے اور نیٹو سے مزید فوجی بھیجنے کا مطالبہ دراصل وہ حقائق ہیں جو جنگ میں ایک شکست خوردہ فریق کی آخری ہچکیاں ہوتی ہیں اور یا پھر یہاں سے نکلنے کا ایک بہانہ سا بنا رہے ہیں۔ ہمیں اس معرکہ کی حقانیت کا اتنا محکم یقین ہے کہ جتنے بھی اضافی فوج بھیجی جائے ہمارے عزائم میں تزلزل پیدا نہ ہوگا اور آخری سانس تک اس معرکہ سے مربوط اور جڑے رہیں گے۔ وہ جس طرح بھی بہانہ بنائے اور بین الاقوامی دنیا میں اعتماد بحال رکھنے کے لیے جو بھی کوششیں کریں لیکن اس شرمناک شکست سے نہیں بچا سکے گی۔ کاش وہ ہمارے ان مشوروں کو تکبر کی وجہ سے نظر انداز کرنے کی بجائے درخور اعتنا سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہوتے تو آج یہ شرمناک دن نہ دیکھنے پڑتے اور انہی کی میڈیا کے بقول افغانستان میں ان کے تابوتوں میں آخری کھیل نہ ٹھونکتے۔

قندھار میں فتوحات کا تسلسل

حبیب مجاہد

امارت اسلامیہ کی جانب سے شروع کردہ منصوری آپریشن کے پہلے مہینے میں مجاہدین نے جہادی میدان میں ایسی اہم اور بے مثال فتوحات حاصل کی ہیں جسے بلاشک وشبہہ اللہ کی نصرت اور مدد کے نزول کا مظہر قرار دیا جاسکتاہے۔ قندہار شاید وہ علاقہ ہے جہاں پورے افغانستان کی بنسبت سب سے زیادہ کٹھ پتلی انتظامیہ اور جارح قوتوں کی توجہ ہے۔ افغانستان کا دوسرا بڑا اڈہ یہاں قائم ہے۔ ظالمانہ آپریشن کرکے دشمن نے گذشتہ چند سالوں میں اس ملک کے حالات نسبتا اپنے کنٹرول میں لے لیے تھے۔ جارحیت پسند جانتے تھے کہ قندہار افغانستان کے حالات کے لیے ترازو کا دستہ ہے۔ یہاں اگر مجاہدین اپنے قدم مضبوط کردیے تو پورے افغانستان میں طاقت کا توازن ان کے قبضے میں چلاجائے گا

مگر رواں سال کے منصوری آپریشن سے قندہار کے جنگی حالات میں بنیادی تبدیلیاں آئی ہیں۔ مجاہدین نے گذشتہ سال قندہار کے دورافتادہ علاقے جیسے غورک، شوراوک، اور ریگستان کو اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا، اس سال ان علاقوں میں جہاں دشمن کی گرفت مضبوط سمجھی جاتی ہے وہاں بڑی فتوحات حاصل کی ہیں۔

ضلع ارغنداب قندہار شہر کے قریب اور متصلہ واقع ہے۔ جہاں ماضی میں انتظامیہ کا تسلط بہت مضبوط تھا۔ مگر رواں سال 23 مارچ کو مجاہدین نے ارغنداب کے سوزنیانو کے علاقے میں مزدور فوج کا ایک بڑا مرکز فتح کرڈالا جس میں 35 کٹھ پتلی ہلاک ہوئے اور 4 فوجی زندہ پکڑے گئے۔ 3 بکتر بند گاڑیاں، 2 دہ شکی، 2 مشین گن ایک راکٹ، 4 کارمولی رائفل، ایک درازکوف ،50 راکٹ میزائل، 25000 کارمولی رائفل کی گولیاں اور اور بڑے پیمانے پر کلاشنکوف اور مشین گن کی گولیاں غنیمت میں ملیں۔

معروف اور ارغسان قندہار کے مشرق میں واقع وہ دواضلاع جن کے بارے میں آپ نے شاید گذشتہ چند سالوں میں زیادہ خبریں نہیں سنی ہوں گی کیوں کہ ان اضلاع پر بھی حکومتی تسلط مضبوط رہا تھا۔ اس کے اکثر خطے اربکیوں کے زیر تسلط رہے۔ اسی طرح انتظامیہ کے فوجی بھی بڑے پیمانے پر جگہ جگہ موجود رہے جس نے مجاہدین کی پیش رفت کا راستہ روک کے رکھا تھا۔ مگر اس سال الحمد للہ ان اضلاع میں بھی فتوحات کا دروازہ کھل گیا۔ منصوری

آپریشن نے گذشتہ چند ہفتوں میں ضلع معروف میں دشمن کے چند کیمپ مجاہدین نے فتح کیے اور انہیں بھاری نقصان پہنچایا۔

چند دن قبل ضلع معروف کے سالیسون علاقے میں اربکیوں کے دو بڑے مراکز مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگئے اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچا۔ اس سے قبل 18 مئی کو ضلع معروف کے علاقے اسحاق زئی میں اربکیوں کا ایک اور کیمپ مجاہدین نے فتح کرڈالا اور بڑے پیانے پر غنیمت حاصل کی۔

معروف کے پڑوس میں واقع ارغسان میں بھی رواں سال مجاہدین نے پیش رفت کی ہے۔ اس ضلع میں حکومتی فوجیوں کے ایک ظالم کمانڈر شمشاد مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا، اور علاقے دلکو میں اربکیوں کا ایک کیمپ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔

دوسری طرف قندہار کے شمالی اضلاع میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں تو گذشتہ سال بھی بہت سی فتوحات ہوئی تھیں۔ مجاہدین نے اس ضلع سے صوبہ اروزگان جانے والی بڑی شاہ راہ پر کنٹرول حاصل کرلیا تھا اور اس شاہراہ پر قائم دشمن کی درجنوں چیک پوسٹیں ختم کردی تھیں۔ مگر اس سال اس وسیع صوبے کے طول وعرض میں جہادی کارروائیاں تیزی سے جاری ہیں۔ منصوری آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین کا سب سے کامیاب حملہ 25 مئی کو زنگیستان کے علاقے میں کٹھ پتلی فوج کے بڑے مرکز پر ہوا۔ اس مرکز کے گرد سیکیورٹی چیک پوسٹیں قائم ہیں۔ مجاہدین کا ایک خاص گروپ جو "لیزر گروپ" کے نام سے مشہور ہے، نے اسی رات میں پہلے اپنے باریک تحقیقی اور تیز کارروائی میں دشمن کی حفاظتی چیک پوسٹوں پر قبضہ کیا اور اس کے بعد حیرت انگیز طریقے سے کارروائی میں اللہ تعالی کے فضل اور نصرت سے دشمن کا یہ بڑا مرکز بھی مکمل طور پر فتح کرڈالا۔

اس مرکز کی فتح اور دشمن کو ہونے والے بھاری جانی نقصان نے دشمن کے اعلی عہدیداروں کو بھی پریشان کردیا ہے۔ امریکی ریڈیو چینل "آزادی ریڈیو" نے کہا کہ اس مرکز میں دشمن کے 59 فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ ایک براہ راست جنگ میں دشمن کے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی سب سے بڑی تعداد ہے۔ اس کیمپ میں مجاہدین نے دشمن کے بکتر بند گاڑیوں اور بھاری اسلحہ سمیت بڑے پیانے پر دیگر وسائل بھی غنیمت میں حاصل کیے۔

ارغنداب، معروف اور شاولیکوٹ کے اضلاع کی کامیاب کارروائیوں کی طرح حال ہی میں میوند، نیش اور خاکریز کے اضلاع میں بھی مجاہدین نے دشمن کے مراکز پر بڑے حملے کیے اور کچھ چیک پوسٹیں فتح کیں۔ دوسری جانب قندہار شہر کے اندر گوریلا حملے ایک بار پھر شروع ہوگئے ہیں اور ہر چند دنوں میں انتظامیہ کے اہم افراد مجاہدین کے تحقیقی اور ہدفی حملوں میں نشانہ بنتے ہیں۔ قندہار میں اس جہادی تحول نے بھی حکام کو پریشان کررکھا ہے۔

شاولیکوٹ کے بڑے حملے کے بعد 24 مئی کو قندہار کے پولیس چیف جنرل عبدالرازق نے اس صوبے میں منعقدہ ایک بڑے اجلاس سے بات چیت کرتے ہوئے قندہار کے حالات کے حوالے سے گہرے خدشات کا اظہار کیا اور مرکزی حکومت پر الزام لگایا کہ وہ قندہار کو توجہ نہیں دے رہا۔

ملا محمود

کابل دھماکہ کے پس پردہ عوامل

31 مئی 2017 کو افغانستان کے دارالحکومت کابل کے وزیر اکبر خان نامی انتہائی پوش علاقے میں غیر ملکی سفارتخانوں کے قریب دھماکہ خیز مواد سے بھری ٹھینکی اڑادی گئی، جس سے ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ اس دھماکے کے نتیجے میں کم از کم 100 کے قریب لوگ مارے گیے اور 300 سے زائد زخمی ہوئے، زخمیوں میں سے اکثر کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ زمبیق سکوائر میں ہونے والے اس دھماکے کی شدت اتنی زیادہ تھی جس سے کئی سو میٹر کے فاصلے پر واقع گھروں اور بلڈنگوں کو بھی نقصان پہنچا۔ کابل پولیس کے سربراہ بصیر مجاہد نے خبر رساں ادارے کو بتایا کہ بم حملہ جرمنی کے سفارتخانے کے قریب ہوا لیکن آس پاس کے سبھی عمارتوں کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس حملے کی حسب سابق عالمی برادری نے شدید الفاظ میں مذمت کی اور اسے افغانوں اور افغانستان کی سالمیت پر حملہ قرار دیا۔ میڈیا اور دیگر بین الاقوامی اداروں نے اس حملے کو رواں سال کا سب سے بڑا حملہ قرار دیا جس سے عام عوام کثیر تعداد میں ہلاک ہوگیے۔ سماجی رابطے کی ویب سائٹ فیس بک نے باقاعدہ کابل میں موجود صارفین کے لیے 'آئی ایم سیف' یعنی 'میں محفوظ ہوں' کا فیچر جاری کر دیا تاکہ وہاں موجود لوگ اپنے احباب کو اس دھماکے میں محفوظ رہنے کے بارے میں مطلع کر سکیں۔

شروع میں جب کسی نے بھی اس حملے کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی تو میڈیا سمیت سب کی نظریں اسلامی امارت پر تھیں کہ یہ کارروائی طالبان ہی کی ہو سکتی ہے لیکن اگلے کچھ گھنٹوں میں ہی اسلامی امارت نے اس حملے میں مجاہدین کے ملوث ہونے کی خبروں کی تردید کی اور اس حملے کی شدید الفاظ میں مذمت بھی کی۔

ایک عام سوچنے والا یہ ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ آخر افغانستان میں نیٹو کی شکل میں 42 ممالک کی جدید ٹیکنالوجی سمیت کابل جیسے شہر میں بارود بھری ٹینکر انتہائی پوش اور محفوظ علاقے میں کیسے اڑایا جاتا ہے جس کے نتیجے میں اتنے بڑے پیمانے پر تباہی پھیلتی ہے؟ تعجب یہ ہے کہ ٹینکر کو کلیرنس کارڈ بھی دیا گیا تھا جس سے مزید سوالات جنم لیتے ہیں۔ اس حملے کے پس پردہ عوامل جاننے کے لیے چند گزارشات قارئین شریعت کی نظر کریں گے تاکہ وہ اس تمام قضیے میں ان عوامل کو جان سکیں جنہوں نے یہ حملہ کیا اور اس سے اپنے مقاصد حاصل کیے۔

دارالحکومت کابل کے سب سے محفوظ علاقہ میں دھماکہ خیز مواد پھٹنے

سے صاف ظاہر ہے کہ اس میں حکومتی اراکین ملوث ہیں چونکہ اسلامی امارت نے اس حملے میں مجاہدین کے ملوث ہونے تردید کی اس لیے عوام کے توجہات ہٹانے کے لیے پولیس اور دیگر سیکیورٹی اداروں نے اس حملے کی ذمہ دار حقانی نیٹ ورک کو قرار دیا جو توجہات ہٹانے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔ ادھر بھارت نے جھوٹے دلائل اکھٹے کر کے اسے طالبان کی کارروائی ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تاکہ وہ طالبان کو ملوث کرنے کے ساتھ ساتھ برادر اسلامی ملک پاکستان کو بھی اس کا ذمہ دار قرار دیں۔

دوسرا یہ کہ کابل کی کٹھ پتلی گورنمنٹ اپنی نااہلی چھپانے کے لیے پچھلے کئی ماہ سے امریکی کانگریس سے مزید فوجی طلب کرنے کے لیے درخواست کر رہے ہیں لیکن وہ منظوری نہیں دے رہے، مجبوراً افغان حکومت نے غیر ملکی سفارتخانوں کے قریب دھماکہ کر کے جہاں ملکی رائے عامہ ہموار کرنے کی کوشش کی وہاں امریکہ اور نیٹو کو بھی باور کرایا کہ غیر ملکی افواج کی کم تعداد میں کابل جیسے شہر بھی غیر محفوظ اور غیر ملکی سفارتخانوں کو شدید نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ اقتدار کے نشے میں دھت ایسے کٹھ پتلی حکمرانوں کے لیے عوام کا قتل کوئی معنی نہیں رکھتا وہ اقتدار کو طول دینے کے لیے ہر حد عبور کرتے ہیں۔

گذشتہ ماہ امریکی جنرل وینسنٹ سٹیورٹ نے امریکی سینیٹ کے ایک ادارے کو بریفنگ دیتے ہوئے الزام عائد کیا تھا کہ پاکستان دہشت گرد تیار کر کے افغانستان بھیج دیتے ہیں، اب جب کابل میں دھماکہ ہوا اور اسے حقانی نیٹ ورک کی کارروائی قرار دی تو اس میں پاکستان کو براہ راست نامزد کر کے ملزم قرار دیا۔

تجزیہ نگاروں کے بقول مذکورہ حملے سے اس شبہ کو بھی تقویت ملتی ہے کہ امریکہ ایران کے دشمنوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہے وہ اس طرح کہ دھماکہ خیز مواد سے بھری یہ ٹینکر سب سے پہلے ایرانی سفارتخانہ گیا وہاں سے واپس ہوتے وقت اسے اڑادیا تاکہ یہ باور کرایا جاسکے کہ دھماکہ ایران نے کیا اور وہ افغانوں کے دشمن ہے اور ایران کو عالمی سطح پر تنہا کرنا امریکی پالیسی ہے، ڈونلڈ ٹرمپ کی حالیہ دورہ سعودی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ افغان حکومت کی وہ منافقانہ روش ہے جو وہ اپنے عوام کے ساتھ جاری رکھے ہوئے لیکن اب افغان عوام میں شعور اجاگر ہو رہا ہے یہی وجہ ہے حکومت کی طرف سے حقانی نیٹ ورک کو ذمہ دار ٹھہرائے جانے کو افغان عوام نے کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی بلکہ اسے حکومت کی نااہلی سے تعبیر کر کے دو دنوں بعد درجنوں مظاہرین نے سڑکوں پر نکل کر حکومت کے خلاف مظاہرہ کیا اور صدر غنی سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا، اس دوران پولیس سے جھڑپوں میں 4 افراد کو ہلاک جبکہ 8 زخمی ہوئے۔ یہ مظاہرہ اس بات کی دلیل ہے کہ افغان عوام کو اب جھوٹ کے سہارے ورغلایا نہیں جاسکتا حقائق بتانے ہوں گے اور حقائق ہی کی بنیاد پر حکومتیں چلا کرتی ہیں۔

کابل کے تحفظ کی ذمہ داری کس کی ہے؟

رواں سال ماہ جون کے اوائل میں المان سفارتخانے کے قریب پانی کے ٹینکر میں بارودی مواد پھٹنے کے ایک دن بعد کئی لوگوں نے انتظامیہ کی ناقص انتظامات کے خلاف مظاہرہ کیا اور تحفظ کے نام پر راستوں میں خیمے لگادیئے۔کابل کے مرد وعورتیں، جوان اور بوڑھے سبھی یک زبان ہوکر میڈیا پر یہی کہتے ہیں کہ دھماکہ کے خلاف بڑے راستوں میں خیمے نصب کرنے والے مظاہرین نہیں بلکہ وہ ڈاکو ہیں جو ہمارے روز مرہ زندگی کو مفلوج بنارہے ہیں تحفظ کے نام پر یہ ڈاکو کہتے ہیں ہم عدالت سے نوٹس لینے کے لیے روڈوں پر نکلے ہیں اور اس بہانے وہ عدالت سے تحفظ دلوائیں گے۔

کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ جو ملک کے طول وعرض میں مجاہدین کی حملوں کے ضد میں ہیں سیکیورٹی اور انتظامی مشکلات کے ساتھ کابل میں

> کابل شہر میں مظلوم شہریوں کو بے جا تنگ کرنے اور تحفظ کے نام پر شمالی اتحاد کی پشت پناہی امریکیوں کی وہ سازش ہے جس کے ذریعے وہ یہاں کے برادر اقوام کو باہم لڑانے کی ترکیب کررہے ہیں۔شمالی اتحاد کے بے راہ روؤں سے یہ کام تب لیا گیا جب امریکی ایماء پر ایک اور کاسہ لیس (حکمتیار) کو کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ سے سازباز کرواکر اس میں جگہ دلوائی گئی اور کابل پہنچنے سے قبل ہی اپنے تنظیمی قوت کا اظہار کیا، امریکی قانون کے مطابق تسلیم شدہ حکمت یار اپنے تنظیمی اراکین اور ملکی حکام کے ساتھ کابل میں اس طریقے سے داخل ہوئے کہ ان کے ساتھ مختلف قسم کے اسلحے تھے، اسلحے کی نمائش سے جمعیتی اراکین پر واضح کیا گیا کہ فوجی فعالیت کے لیے پھر سے تیار رہیں۔

بلوائیوں پر قابو پانے میں بھی بری طرح ناکام ہیں۔ ناکام اس لیے ہیں کہ انہی مظاہرین کوہدایات وہیں سے ملتے ہیں جہاں سے کابل انتظامیہ کو ملتے ہیں یہ حقیقت واضح ہے کہ افغانستان میں جمہوریت کی چھتری تلے ہر قسم کی ناجائز اور منکرات امریکی سرپرستی میں ہورہے ہیں۔مثلا چند فاسد بےدین اور غلام سابق امریکی وزیرخارجہ جان کیری کے حکم کے تحت مخلوط حکومت کے نام پر یکجا ہوجاتے ہیں اگر چند مزید لوگ استحکام کے نام پر جماعت تشکیل کرتے ہیں اگر کمیونسٹ کے باقیات انسانی حقوق کے خلاف ورزی کرنے والوں کے نام سے معروف جہادی راہنما اسی مخلوط حکومت کے سائے تلے جمع ہوجاتے ہیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے افغانستان کو غیر مستحکم کرنا اور یہاں امریکی موجودگی کو طول دے کر افغانوں بحرانوں میں

دھکیلنا۔ ہنگامہ خیز تبدیلی کے نام پر تحفظ مانگنے والے مظاہرین کی فساد انگیزیاں اسی امریکی سازش کا حصہ ہے جس کے ذریعے یہاں کے برادر اقوام کے درمیان نفرتوں کے بیج بوئے جائیں گے جس نے پورے کابل کو مشکلات سے دوچار کیا ہے۔

اگرچہ تحفظ کے نام پر ان مظاہرین کا دعوی ہے کہ ہم حالات کو صحیح نہج پر لانے کے لیے ایوان صدر کے سرکاری حکام کو مجبور کر رہے ہیں لیکن ان کا یہ دعوی تب درست ہو سکتا تھا جب شروع میں ایوان صدر کے حکام انہی کی مرضی سے منتخب ہوتے۔ اب بھی امریکی برملا اعتراف کرتے ہیں اور خود انہی مظاہرین کا دعوی ہے کہ ایوان صدر کے ملازمین امریکہ کی جانب سے متعین شدہ ہیں۔

اب جب ان حکام کو ان کے تمام تر جرائم کے باوجود متعین کیے گیے ہیں وہ کیسے دوسروں کی خاطر اپنے مناصب سے استعفی دے دیں گے ؟کابل شہر میں مظلوم شہریوں کو بے جا تنگ کرنے اور تحفظ کے نام پر شمالی اتحاد کی پشت پناہی امریکیوں کی وہ سازش ہے جس کے ذریعے وہ یہاں کے برادر اقوام کو باہم لڑانے کی ترکیب کر رہے ہیں۔ شمالی اتحاد کے بے راہ روؤں سے یہ کام تب لیا گیا جب امریکی ایماء پر ایک اور کاسہ لیس (حکمتیار) کو کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ سے ساز باز کروا کر اس میں جگہ دلوائی گئی اور کابل پہنچنے سے قبل ہی اپنے تنظیمی قوت کا اظہار کیا، امریکی قانون کے مطابق تسلیم شدہ حکمت یار اپنے تنظیمی اراکین اور ملکی حکام کے ساتھ کابل میں اس طریقے سے داخل ہوئے کہ ان کے ساتھ مختلف قسم کے اسلحے تھے، اسلحے کی نمائش سے جمعیتی اراکین پر واضح کیا گیا کہ فوجی فعالیت کے لیے پھر سے تیار رہیں۔

جی ہاں! اس چلے ہوئے کارتوس (حکمت یار) کی کابل میں داخلے میں کے بعد سابق جمعیتی دوستوں کی رگوں میں ایک بار پھر خون دوڑنے لگا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شمال کے بعض اضلاع میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑائیاں بھی ہوئیں۔

حزب اور جمعیتیوں کی یہ لڑائیاں کابل میں شہر میں بھی دوبارہ کرائے جائیں گے تاکہ اس سے فائدہ اٹھاکر امریکی اپنے مقاصد حاصل کریں۔ شمالی اتحاد کے بلوائیوں کی جانب سے کابل شہر کے چار راستوں میں تحفظ کے نام پر خیمے نصب کرنا پرانے تنظیمی رقابتوں کو پھر سے زندہ کرنے کے لیے کیا گیا اور یہ سب امریکی ایماء پر کیے گیے۔ دور دراز علاقوں میں جہادی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے داعش کو ذمہ داری سونپی گئی۔

آگے دیکھتے ہیں کہ اس سازش سے افغانستان کو غیر مستحکم کرنے کے لیے غاصب افواج مزید کون سے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے غم رسیدہ ملک کو غاصبین کی مزید ظلم سے نجات دلائے۔

آمین

سید سعید

جنگی جرائم اپریل 2017

یکم اپریل 2017 کو داخلی فورسز نے ہلمند کے دارالحکومت لشکر گاہ کے قریب باباجی کے علاقے پر چھاپہ مارا ایک گھر اور ہسپتال کو بموں سے اڑا دیا گیا اس واقعہ میں دس عام شہریوں جن میں بچے بھی شامل تھے، کو شہید کیا گیا ہے ہلمند کے سرکاری حکام نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

یکم اپریل کو حملہ آوروں نے افغان اجرتی فورسز کے ساتھ مل کر صوبہ کاپیسا ضلع نجراب کے علاقے چنار پر چھاپہ مارا 9 افراد کو شہید اور زخمی کر دیا جبکہ دو افراد [جن میں ایک خاتون تھی] کو حراست میں لیا۔

2 اپریل کو قندھار کے ضلع شاہ ولیکوٹ کے علاقے چنار بازار پر اجرتی فورسز نے چھاپہ مار کر کئی دکانوں، پٹرول پمپ اور گاڑیوں کو جلا دیا گیا۔

2 اپریل کو صوبہ ہرات کے شنڈنڈ کے علاقے جوخرمن میں پولیس نے ایک گاڑی پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک شخص شہید ہوا جبکہ دو افراد کو حراست میں لیا۔

3 اپریل کو صوبہ بادغیس کے ضلع درہ بوم کے مرکز کے قریب افغان فوجیوں نے فائرنگ کر کے ایک معصوم بچی کو شہید اور ایک شخص کو زخمی کر دیا۔

7 اپریل کو صوبہ ارزگان کے دارالحکومت ترینکوٹ میں قبائلی رہنماؤں اور شہریوں نے حملہ آوروں اور مخلوط حکومت کی جانب سے شہری آبادی پر بمباری کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا انہوں نے کہا کہ گزشتہ ایک ہفتہ کے دوران درجنوں عام شہری جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں، امریکی بمباری میں شہید ہوئے، آزادی ریڈیو کے مطابق ارزگان کے حکام نے بھی تصدیق کی ہے کہ گزشتہ ہفتے کے دوران بمباری میں بیس افراد جاں بحق اور زخمی ہوئے ہیں۔

8 اپریل کو صوبہ لغمان کے دارالحکومت مہتر لام کے قریب کمانڈر شریف کے اہلکاروں نے مہترلام اور علیشنگ کے درمیان واقع ایک پل کو تباہ کر دیا ہے تاکہ اس پل پر طالبان آمد ورفت نہ کریں۔

8 اپریل کو صوبہ کاپیسا ضلع الہ سای میں پولیس کی فائرنگ سے تین شہری شہید ہوئے۔

15 اپریل کو صوبہ سرپل کے ضلع صیاد کے علاقے پستہ مزار میں داخلی فوجیوں کی فائرنگ سے تین افراد شہید ہوئے۔

15 اپریل کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے غندو گاؤں میں افغان فورسز کے راکٹ حملے میں محمد نذیر کے گھر کی دو خواتین اور دو بچے جاں بحق اور تین معصوم بچے زخمی ہوئے۔

15 اپریل کو صوبہ پکتیا کے دارالحکومت میں قومی ملیشیا کے اہلکاروں نے دو شہریوں کو بموں سے اڑادیا اس واقعہ کے بعد علاقے کے عوام نے مخلوط حکومت کے خلاف شدید احتجاج کیا اور نعرہ بازی کی۔

17 اپریل کو افغان فورسز نے صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں ایک شخص کو شہید کر دیا۔

17 اپریل کو صوبہ بدخشان ضلع تگاب کے علاقے شیدکان میں فورسز کی فائرنگ سے دو معصوم بچے شہید، ایک خاتون اور دو بچ زخمی ہوئے۔

19 اپریل کو صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود کے بازار میں کمانڈر خدائیداد کی قیادت میں فورسز نے پچاس دکانداروں کو حراست میں لے کر ان پر تشدد کیا اور ایک دکاندار کو شہید کر دیا۔

21 اپریل کو صوبہ قندوز کے دارالحکومت کے قریب الچین اور تیلوکہ علاقوں میں قابض افواج اور اجرتی فورسز نے چند دن کارروائیوں کے بعد جاتے ہوئے علاقے پر کیمیکلز بم گرائے گئے جس سے لوگ بے ہوش ہو گئے ، ان زہریلا بموں کا استعمال جنیوا کنونشن اور انسانی حقوق کی جانب سے بڑا جنگی جرم سمجھا جاتا ہے۔

24 اپریل کو صوبہ پکتیکا ضلع سر حوضی میں فورسز کی فائرنگ سے دو افراد شہید ہوئے اس کے بعد علاقے کے لوگوں نے لاشوں کو گورنر ہاوس کے سامنے رکھ کر شدید احتجاج کیا، مظاہرین پر پولیس نے فائرنگ کر دی جس میں پندرہ مظاہرین زخمی ہو گئے۔

27 اپریل کو صوبہ کنڑ ضلع سرکاڑو کے علاقے بارودگی گاؤں میں فوج نے بمباری کی جس میں راضی گل نامی شخص اور اس کی بیوی شہید ہو گئے۔

27 اپریل کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر پیرخ خیل میں قابض افواج اور اجرتی فورسز نے مل کر چھاپہ مارا، گھروں کے دروازے توڑ دیئے، لوگوں کو مارا پیٹا گیا اور ایک عام شہری کو شہید کر دیا۔

29 اپریل کو صوبہ ہلمند ضلع گریشک کے علاقے نہر سراج دیخچال میں حملہ آوروں اور افغان فورسز نے مشترکہ کارروائی کرتے ہوئے ایک گھر کو جلادیا اور ایک شخص کو شہید کر دیا گیا۔

ذرائع: "بی بی سی، آزادی ریڈیو ، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس"۔

جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	33	1	0	0	113	10	21	4	4	1
-2	ہلمند	97	1	5	3	217	121	49	4	2	1
-3	غزنی	26	0	0	0	40	18	6	1	0	0
-4	خوست	14	0	0	0	57	12	4	4	6	0
-5	نورستان	19	0	0	0	126	79	19	7	14	0
-6	میدان وردگ										
-7	کونڑ	16	0	0	0	38	10	5	0	1	0
-8	پکتیکا	10	0	0	0	7	2	5	0	3	0
-9	زابل	26	0	0	0	39	39	1	4	5	0
-10	لوگر	26	0	0	0	37	42	14	0	1	0
-11	کاپیسا	44	0	0	0	10	9	0	0	0	0
-12	روزگان	58	0	2	5	90	57	11	1	1	0
-13	پکتیا	32	0	0	0	49	46	16	2	5	0
-14	فراہ	6	0	0	0	1	9	1	0	0	0
-15	کابل	20	1	0	0	88	113	12	3	0	1
-16	ننگرہار	28	0	0	0	35	12	5	0	0	0
-17	لغمان	33	0	0	0	41	41	11	1	0	0
-18	ہرات	35	1	0	0	64	54	6	2	0	1
-19	نیمروز	15	0	0	0	33	29	12	1	4	0
-20	بادغیس	10	0	0	0	8	8	2	0	0	0
-21	قندوز	4	0	0	0	4	4	2	0	0	0
-22	بغلان	8	0	0	0	10	9	2	0	0	0
-23	فاریاب	10	0	0	0	10	7	4	1	0	0
-24	غور	12	0	0	0	26	4	3	0	0	0
-25	پروان	17	0	0	0	31	33	8	0	2	0
-26	تخار	6	0	0	0	8	23	0	0	0	0
-27	سمنگان	1	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان										
-29	بامیان										
-30	بلخ	8	0	0	0	19	11	3	2	0	0
-31	جوزجان	2	0	0	0	0	1	0	0	0	0
-32	دائی کنڈی	1	0	0	0	1	0	1	0	0	0
-33	سرپل										
-34	پنجشیر										
	مجموعہ	617	4	7	8	1202	803	223	37	48	4

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year June 2017

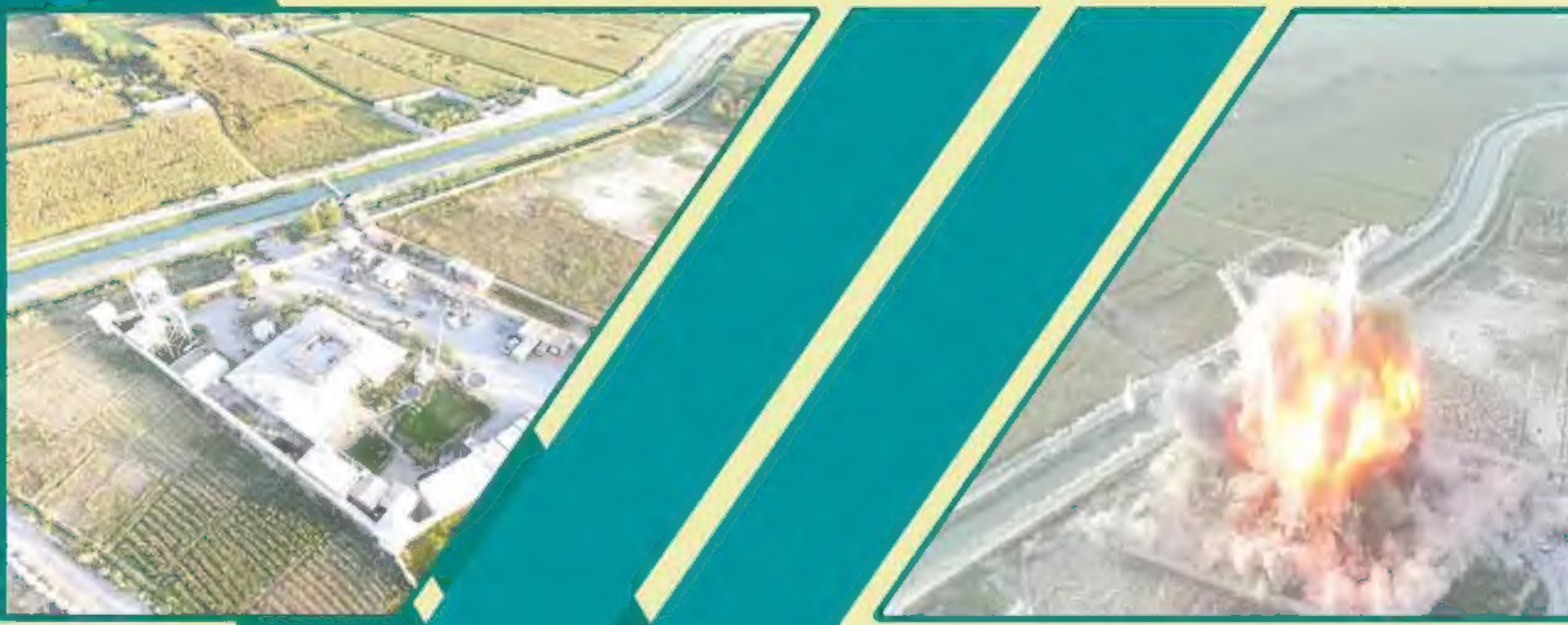

صوبہ ہلمند کی سر سبز زمین پر غاصبین کے بنائے ہوئے مضبوط قلعے
مجاہدین کے قیامت خیز حملوں سے ضرور تباہ ہو کر رہیں گے۔